Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اپنی کہانی اپنی زبانی

उर्दू
929

30929

از: عبدالمجیب سہالوی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اپنی کہانی اپنی زبانی

उर्दू
929

30929

از: عبدالمجیب سہالوی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اپنی کہانی اپنی زبانی

عبدالمجیب سہالوی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

یہ کتاب

فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی حکومت

اتر پردیش کے

مالی تعاون سے شائع ہوئی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

انتساب

والد ماجد

شیخ عزیز الدین مرحوم

کے

نام

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس کتاب کے مندرجات سے اکاڈمی کا متفق ہونا ضروری نہیں

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب : اپنی کہانی اپنی زبانی
نام مصنف : عبدالنجیب سہالوی

ناشر : مصنف
کاتب : حبیب علی کھدرا

طابع : نامی پریس لکھنؤ
تعداد اشاعت : چھ سو

بار اول : ۱۹۸۷ء
قیمت : پندرہ روپے

ملنے کے پتے
۱: دانش محل امین آباد لکھنؤ
۲: نسیم بکڈپو لاٹوش روڈ لکھنؤ
۳: نصرت پبلشرز حیدری مارکیٹ امین آباد لکھنؤ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پیش لفظ

کچھ یادیں تھیں جو دماغ میں گونجا کرتی تھیں خاص طور پر مجھلی بہن فاطمہ بجیا جو مجھ سے بے حد محبت کرتی تھیں اور میں بھی انھیں چاہتا تھا لیکن دق کے مرض میں مبتلا ہو کر جوانی ہی میں ان کا انتقال ہو گیا اس کے علاوہ ندوہ جہاں زندگی کا بہترین حصہ گذرا جہاں ذہنی تربیت ہوئی اور جس سے میرا دلی لگاؤ ہے اس کی یاد برابر آیا کرتی تھی دانش محل جہاں بہت سے عزیز دوستوں سے تعلق پیدا ہوا آخر میں قومی آواز جہاں زندگی کے عزیز تیس سال گذرے وہاں کے ساتھیوں کی یاد اب تک بھلا نہ سکا تھا۔ ریٹائر ہونے کے بعد دل چاہتا تھا کہ یہ یادیں قلمبند کر دوں لیکن مزاج کی تساہلی سے یہ کام ٹلتا رہتا تھا۔ قومی آواز کے ہمارے ساتھی حسن واصف عثمانی جو نعمت اللہ بلڈنگ میں ہمارے قریب ہی رہتے تھے۔ ایک دن ملے ان کے ہاتھ میں عابد علی صاحب کی خود نوشت سوانح حیات مزدور سے منسٹر تک تھی۔

انھوں نے اس کی بڑی تعریف کی اور مجھے پڑھنے کو دیا۔ ساتھ ہی ساتھ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اپنے حالات زندگی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لکھے اس سے بہت سی شخصیتوں خصوصیت کے ساتھ ندوہ
سے متعلق لوگوں پر روشنی پڑے گی۔ اس کے بعد جب ملتے
پوچھتے کہ آپ نے لکھنا شروع کر دیا اس طرح میں نے اپنی
زندگی کے حالات مختصر طور پر لکھ ڈالے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں پرانے قصبے سہالی، تحصیل فتح پور، ضلع بارہ بنکی میں اکتوبر ۱۹۱۰ء میں ایک زمیندار گھرانے
ں پیدا ہوا۔ اس موقع پر سہالی کے نام کے متعلق جو روایت مشہور ہے اس کا ذکر کر دیا
لئے تو بے محل نہ ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے زمانے میں اس جگہ سیہوریا کا جنگل تھا اسی کی
سبت سے اس جگہ آباد ہونے والے گاؤں کو سیہوریا کہا جانے لگا۔ رفتہ رفتہ سیہوریا سہالی
ں تبدیل ہو گیا۔ یہاں دو خاندان تھے ایک علماء کا دوسرا روساء کا۔ علماء خاندان
ے جد امجد قطب الدین شہید تھے اور روساء کے خاندان کے جد امجد محمد روشن
زدا تھے۔ محمد روشن کا مزار بڑی مسجد کے پاس ہمارے آبائی قبرستان میں ہے
ر مولانا قطب الدین شہید کا مزار مسجد کے پیچھے ہے۔

اس زمانے میں سہالی عربی تعلیم کا مرکز خیال کیا جاتا تھا اور باہر سے طالب علم
علم کے لیے یہاں آیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ علماء کے مکانات ہمارے مکان
ے سامنے والے ٹیلے پر تھے جو چھوٹی مسجد کے پاس ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مولانا قطب الدین کی شہادت کے ان کے صاحبزادے ملا نظام الدین مع اپنے خاندان کے لکھنؤ منتقل ہوگئے بعد کو [illegible] درس کا سلسلہ یہاں بھی جاری رکھا اور درس نظامی کی بنیاد ڈالی۔

میرے والد شیخ عزیزالدین عرف بساون میاں بڑے زمیندار تھے ان کے والد محمد عباس موضع تمیرہ صدرالدین پور ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے تھے اور قدوائی تھے اس لحاظ سے ہم لوگ قدوائی ہیں مگر ہمارے والد کی والدہ نصیب النساء انصاری تھیں وہ شیخ امین الدین انصاری کی بیٹی تھیں امین الدین کے والد غلام امام ان کے والد محمد بہرام اور ان کے والد محمد روشن تھے جو ہم لوگوں کے جد امجد تھے سہالی میں ہمارا مکان جو بارہ دری کے نام سے مشہور تھا محمد روشن ہی نے بنوایا تھا۔ ہماری دادی نصیب النساء کو تعلقہ میں سے چھ گاؤں وراثت میں ملے تھے ہمارے دادا محمد عباس چھوٹے زمیندار تھے ہماری دادی نصیب النساء نے ان سے شادی اس شرط سے کی تھی کہ وہ سسرال نہیں جائیں گی اور اپنے مکان ہی میں رہیں گی اس لئے ہمارے دادا عباس صاحب سہالی ہی چلے آئے تھے کہا جاتا ہے کہ ہماری دادی سے شادی قدوائیوں میں اس لئے ہوئی تھی کہ ان کے چچازاد بھائیوں نے اپنا حصہ راجہ محمود آباد کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا اور دادی کی جائداد پر دانت لگائے ہوئے تھے ان لوگوں کے حالات اچھے نہیں تھے اس لئے ہماری دادی نے اپنے خاندان میں شادی نہیں کی۔

ہماری دادی کا جو پہلا بچہ ہوا وہ ہمارے والد شیخ عزیزالدین تھے ان کی پیدائش سے نصیب النساء دادی کے بھائی بندوں کو تمام رنج ہوا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کیونکہ اب ان کی جائداد کا وارث پیدا ہوگیا تھا۔ انھوں نے لڑکے کو اٹھالے جانے اور مار ڈالنے کا منصوبہ بنایا۔ لڑکا اپنی دائی کے ساتھ پورب طرف والی کوٹھری میں لیٹا تھا اسی کوٹھری میں ڈری بھی نقب لگائی گئی۔ جب دائی کو کھڑ بڑ کھٹ کی آواز سنائی دی تو اس نے شور مچانا شروع کر دیا اس طرح منصوبہ ناکام ہوگیا اس نقب کا نشان اب تک دیوار میں دکھائی دیتا ہے۔ والد کے بعد ہماری دادی کے تین لڑکیاں ہوئیں۔ سائرہ، عائشہ صدرن سائرہ پھوپھی کی شادی کھیولی میں عبدالولی صاحب سے ہوئی عائشہ پھوپھی کی شادی کسی کے پاس موضع بسارہ کے عاشق حسین صاحب سے ہوئی یہ دونوں زمیندار تھے۔ چھوٹی پھوپھی کی شادی دیوا کے پاس لالہ پور کے سید منظور حسن صاحب سے ہوئی یہ زمیندار تو نہیں تھے لیکن کافی پڑھے لکھے تھے اور بچوں کو پڑھانے لکھانے کا کام کرتے تھے۔ شادی کے بعد ہمارے والد نے سہالی میں جو مدرسہ قطبیہ قائم کیا انھیں اس کا ہیڈ ماسٹر بنا دیا ان کے رہنے کے لئے ہمارے مکان بارہ دری کے پاس ایک مکان بنوا دیا۔ چھوٹی پھوپھی سے ہم لوگوں کا کافی تعلق رہا۔ وہ ہم لوگوں کو بہت چاہتی تھیں۔

ہماری چھوٹی پھوپھی کی تعلیم گھرہی پر ہوئی تھی اور انھوں نے قرآن شریف بہشتی زیور اور کچھ دوسری دینی کتابیں پڑھی تھیں لیکن پڑھنے کا بڑا شوق تھا وہ ہم لوگوں کو اچھے قصے اور کہانیاں سناتی تھیں اسی وجہ سے ہم لوگ دن میں کئی کئی بار ان کے یہاں جاتے تھے۔ ان کے ایک لڑکے محمد احمد بھائی تھے اس زمانے میں سہالی میں ریاست محمود آباد کے ایک تحصیلدار صدیق حسن صاحب

Djgitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تھے ان کے یہاں سے والد کے بڑے تعلقات تھے۔ پھوپھا کے انتقال کے بعد جب پھوپھی لکھنؤ آئیں تو وہ تحصیلدار صاحب کے ساتھ ان کے مکان واقع مولوی گنج میں رہنے لگیں جب محمد احمد بھائی ایک ہوٹل کے منیجر ہو گئے تو وہ بھی ہوٹل میں منتقل ہو گئیں

ہماری چھوٹی پھوپھی کو بڑے صدمے اٹھانے پڑے پھوپھا کے انتقال کے بعد ان پر دو لڑکیوں سیدہ بجیا صابرہ بجیا اور ایک لڑکے محمد احمد بھائی کی پرورش کی ذمہ داری پڑ گئی۔ اللہ کی مدد سے لڑکیوں اور لڑکے کی پرورش ہو گئی۔ بڑی لڑکی سیدہ بجیا کی شادی کسمنڈی کے ایک محمد احمد صاحب سے ہوئی دوسری لڑکی صابرہ بجیا کی شادی رسولی کے شاہ عنایت حسین سے ہوئی۔ لیکن پہلے صابرہ بجیا اس کے بعد سیدہ بجیا کا انتقال ہو گیا سیدہ بجیا کے ایک لڑکی زبیدہ عرف اچھی اور لڑکا سعید تھا جس کی پرورش پھوپھی کے ذمہ آئی جب پھوپھی محمد احمد بھائی کے ساتھ ہوٹل میں رہتی تھیں تب سعید کا انتقال ہو گیا جس کا پھوپھی کو بے حد رنج تھا پھوپھی نے حالات کی ناسازگاری کے باوجود اپنی نواسی کو اچھی تربیت دی لڑکی کو خود پڑھنے لکھنے کا شوق تھا۔ اس نے اردو میں اچھی اہلیت پیدا کر لی۔ پھوپھی کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی وہ خود بھی جب متاثر ہوتی تھیں تو ایک آدھ شعر کہہ لیتی تھیں۔

میں اور بھائی عبدالحسیب صاحب جب ندوہ میں پڑھتے تھے تو پھوپھی کے یہاں جمعہ کے دن آیا کرتے تھے ایک مرتبہ میں پھوپھی کے یہاں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

گیا تو میں نے ان کی نواسی اچھی کے پاس ایک لڑکی کو بیٹھے دیکھا مجھے یاد ہے کہ وہ لڑکی کالا گھوٹنا پہنے تھی اس کا گیہواں رنگ تھا اور دبلی پتلی تھی میں نے اسے نہیں پہچانا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بسارہ کی منی بجیا کی لڑکی اختر ہے اس وقت کیا معلوم تھا کہ یہی لڑکی ہماری رفیقہ حیات ہوگی۔ پھوپھی پر مصیبت کا پہاڑ اس وقت ٹوٹ پڑا جب محمد احمد بھائی کا انتقال ہوگیا۔ مگر انھوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ سیدہ بجیا کے شوہر محمد احمد بھائی رکسمنڈی کے رہنے والے تھے بہت خوش اخلاق آدمی تھے پھوپھی کا دل پے درپے ان صدمات سے بہت دکھا تھا اب صرف ان کی نواسی اچھی بچی تھی ظاہر ہے پھوپھی کو اس سے انتہائی محبت تھی محمد احمد بھائی نے دوسری شادی کرلی تھی انھوں نے لڑکی کو اپنے ساتھ رکھنے پر زور نہیں دیا۔ اور اچھی کی پرورش پھوپھی ہی نے کی انھوں نے گھر ہی پر اس کو تعلیم دی پھوپھی کو اردو ادب سے دلچسپی تھی کیونکہ ان کے بھائی یعنی میرے والد شاعری کرتے تھے دوسرے اس زمانے میں سہالی میں ابوالحسن صاحب شمیم صاحب دیوان شاعر تھے ان کی وجہ سے سہالی میں شعر و ادب کا ماحول پیدا ہوگیا تھا چنانچہ پھوپھی کو بھی شعر و ادب سے اچھا خاصا لگاؤ ہوگیا تھا۔ ان کی صحبت اور تعلیم کا اثر ان کی نواسی پر ہونا قدرتی بات تھی اس لئے اچھی کو بھی اردو ادب میں اچھا خاصا دخل ہوگیا ہم جب پھوپھی کے یہاں جاتے تھے تو وہ والد کے اور شمیم سہالوی کے اشعار سنایا کرتی تھیں مجھ سے اصرار پر اپنا بھی ایک آدھ شعر سنا دیتی تھیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میرا حافظہ اتنا خراب ہے کہ اس وقت ان کا کوئی شعر یاد نہیں پڑ رہا ہے۔

شہر لکھنؤ میں پھوپھی کا ہی گھر تھا جہاں بارہ اور سنبھالی کے تمام رشتے دار آیا کرتے تھے ہماری منجھلی پھوپھی اکثر بہار سے اپنی چھوٹی بہن کے یہاں آیا کرتی تھی۔ ہماری سب سے بڑی پھوپھی جو کھیولی میں بیاہی تھیں وہ پھوپھا کے انتقال کے بعد گڑھی پھلول میں اپنی لڑکی کے یہاں رہنے لگی تھیں اس زمانے میں خاندان سے باہر شادیاں کرنا اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا اور خاندان ہی میں شادیاں کی جاتی تھیں یہ رواج صحیح نہیں تھا اس لئے کہ اس سے اپنا رفیق حیات تلاش کرنے کے لئے حلقہ بالکل محدود ہو جاتا تھا دوسرے نیا خون نہ آنے سے آئندہ نسل کی صحت پر بھی اچھا اثر نہ پڑتا تھا رواج کے بندھن سے اس وقت تک چھٹکارا نہیں مل سکا تھا چنانچہ ہماری چھوٹی پھوپھی کی نواسی کی شادی ہماری بڑی پھوپھی کے نواسے عزیزم انوار سے ہو گئی۔

حالات کے اچھے نہ ہونے کے باوجود اچھا نے اپنے لڑکے لڑکیوں کو اعلا تعلیم دلوائی خدا کے فضل سے ان کے بڑے لڑکے حبیب اشرف مرکزی محکمہ اطلاعات میں افسر ہیں، ان کی بڑی لڑکی عذرا نے لکھنؤ یونیورسٹی سے سنسکرت میں پی، ایچ ڈی کیا ہے اس کے علاوہ اس نے انگریزی میں ایم، اے بھی کیا ہے چھوٹی لڑکی سلمی نے نہیلا سے بی، اے اور چھوٹے لڑکے جمیل اشرف نے لکھنؤ یونیورسٹی سے اور بینل امتحان پاس کیا خوشی کی بات

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہے کہ وہ بھی ریلوے میں ملازم ہے۔

ہماری پھوپھی کا انتقال غالباً ان کی نواسی اچھی کی بڑی لڑکی حمیرہ کی پیدائش کے بعد ہو گیا ہمیں وہ بہت یاد آتی ہیں اللہ انھیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

چھوٹی پھوپھی کا تو ہم لوگوں کا بچپنا سے ساتھ رہا۔ ان کے بعد ہم لوگوں کا زیادہ تعلق منجھلی پھوپھی جن کا نام سائرہ تھا اور جن کی شادی کرسی کے پاس بسارہ میں عاشق حسین صاحب کے ساتھ ہوئی تھی رہا پھوپھا اکبر سہالی آیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے بسارہ میرا جانا والد صاحب کے ساتھ ہماری پھوپھی زاد بہن جمیلہ بجیا کی شادی میں ہوا۔ جمیلہ بجیا بڑی ہنس مکھ ملنسار تھیں وہ زیادہ خوبصورت نہیں تھیں لیکن ان میں بڑی کشش تھی ہماری پھوپھی زاد بہنوں میں سب سے بڑی ہماری خوش دامن منی بجیا اس کے بعد صدیقہ بجیا، پھر جمیلہ بجیا۔ منی بجیا بڑی ہمدرد اور محبت کرنے والی تھیں لیکن صاف گو اور تیز مزاج تھیں صدیقہ بجیا بڑی سیدھی تھیں جیسے اللہ میاں کی گائے ان کے تین لڑکے رشید، راشد، متین اور ایک لڑکی شاہین راشد جو لکھنؤ میں رہتے ہیں یہ تھوڑا بہت اپنا ماں یعنی صدیقہ بجیا کو پڑے ہیں اتنے سیدھے تو نہیں ہیں لیکن نیک مزاج ہمدرد محبتی ہیں۔ ان کی لڑکی شاہین۔ بہت کام کاج پڑھنے لکھنے میں تیز اور زبان کی بھی تیز ہے۔ حالانکہ ماں اور باپ دونوں زیادہ بولتے نہیں ماں تو بہت سیدھی ہیں بقول شخصے بولنا ہی نہیں جانتیں شاہین ہم لوگوں کے ساتھ کافی رہی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہے اس میں یہ خوبی ہے وہ بے کار نہیں بیٹھتی اور آگے بڑھ کر کام کرنے لگتی ہے ہمدرد بھی ہے مگر وہ کسی کی غلط بات پر خاموش نہیں رہ سکتی تلاق سے جواب دیدے گی یہ اچھی بات ہوگی کہ اس کے شوہر عزیزم ڈاکٹر حلیم اپنے نام کے مطابق حلیم ہیں اور زیادہ بولتے بھی نہیں اس لیئے دونوں خوشی خوشی رہ رہے ہیں حلیم میرا بڑا لحاظ کرتے ہیں میں بھی انھیں اپنے لڑکوں کی طرح مانتا ہوں انھوں نے طبیہ کالج سے فراغت کے بعد ہمارے بڑے لڑکے ڈاکٹر آصف عزیز سے کچھ دن کام سیکھا ہے۔ وہ بہار کے رہنے والے ہیں لیکن وہ زیادہ تر لوکپلی ہی میں رہتے ہیں۔ اس لئے ان کے تعلقات یہاں بہت زیادہ ہیں۔

جمیلہ بجیا کی شادی میلارائے گنج میں اعجاز بھائی سے ہوئی تھی ان کے ایک لڑکے خالد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لکچرر ہیں ان کے بڑے لڑکے عاصم عرف چھبن زیادہ تر میلارائے گنج میں رہتے ہیں ویسے ان کے سب بال بچے علی گڑھ میں رہتے ہیں وہ لیڈر ٹائپ آدمی ہیں گاؤں پردھان ہیں بڑے محنتی اور جذباتی ہیں۔ ہمارے اعجاز بھائی بھی خوبصورت آدمی تھے ہماری جمیلہ بجیا بھی صورت شکل میں اچھی تھیں اس لئے ان کے لڑکے لڑکیاں سب رنگ روپ میں اچھے ہیں شکیلہ عرف شکّے ان کی بڑی لڑکی میلارائے گنج میں رہتی ہے منجھلی عقیلہ عرف عقّے علی گڑھ میں ہے اس سے چھوٹی لڑکی عدیلہ عرف عدّے کی شادی محمد رفیق عرف رفو کے ساتھ ہوئی تھی وہ بارہ بنکی میں محلہ بیگم گنج میں رہتی ہے۔ سب سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

چھوٹی لڑکی خالدہ بھی اپنے بال بچوں کے ساتھ بارہ بنکی میں رہتی ہے بہت نیک مزاج مگر اس سے بات کرنا بڑا مشکل ہے اس لئے کہ وہ اتنا اونچا سنتی ہے کہ اس سے صرف لکھ کر بات چیت کی جا سکتی ہے یہ چاروں میری پھوپھی زاد بہن کی لڑکیاں ہونے کی بنا پر مجھے ماموں کہتی ہیں دوسری طرف یہ لڑکیاں میری اہلیہ اختر جہاں کی خالہ زاد بہنیں ہیں اس رشتے سے میری سالیاں ہیں۔

عدیلہ عرف عدّے کے لڑکے شہاب خالد عرف خلیق جو وکیل ہے اس سے میری چھوٹی لڑکی ڈاکٹر فرزانہ قدوائی کی شادی ہوئی ہے وہ ابھی حال ہی میں ملازم ہو گئی ہے اور مسولی اسپتال میں لیڈی ڈاکٹر کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ خلیق کے والد رفیق عرف رفو بیچارے دل کے مریض ہیں لیکن وہ کبھی بے کار نہیں بیٹھتے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں بڑے خوش اخلاق اور مہمان نواز ہیں جب کبھی ان کے یہاں جانا ہوتا ہے تو کبھی پروگرام کے مطابق واپسی نہیں ہوتی وہ کسی طرح آنے نہیں دیتے ان کی عدم موجودگی میں بھاگ آنا پڑتا ہے۔

والد کی شادی ہماری والدہ وزیر النسار سے ہوئی جو دیوا کی رہنے والی تھیں۔ ہماری والدہ کے والد اشرف علی صاحب فرخ آباد کے رہنے والے تھے اور وہاں کے خاں صاحبان سے تعلق رکھتے تھے وہ حاجی وارث علی شاہ صاحب کے بڑے معتقد تھے اور دیوا اکثر آیا جایا کرتے تھے ان کی بیوی جو فرخ آباد کی تھیں ان کا انتقال ہماری والدہ وزیر النسار کی پیدائش کے بعد ہی ہو گیا انھوں نے اپنی دوسری شادی دیوا میں کی اور

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اور یہیں رہنے لگے اس طرح ہماری والدہ کی پرورش ان کی سوتیلی ماں کے یہاں دیوا میں ہوئی۔ ہمارے نانا اشرف علی صاحب کے دوسری بیوی سے کئی لڑکے لڑکیاں ہوئیں ہم نے اپنے نانا کو نہیں دیکھا لیکن والدہ کہا کرتی تھیں کہ وہ بہت خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھے۔

ہماری والدہ کی شادی کم عمری میں ہو گئی تھی شادی کے وقت ان کی عمر چودہ پندرہ سال کی ہوگی۔ ان سے ہمارے سب سے بڑے بھائی عبدالعزیز ان کے بعد بہن ہاجرہ پھر عبدالسلام ان کے بعد دو بہنیں فاطمہ، صغرا ان کے بعد عبدالحبیب اور سب سے آخر میں میں پیدا ہوا۔ اس زمانے میں زمیندار گھرانے کے لوگ عام طور پر نوکری نہیں کرتے تھے اس لئے والد صاحب نے اپنے لڑکوں کو انگریزی تعلیم دینے کے بجائے دینی تعلیم کے لئے ندوۃ العلماء لکھنؤ بھیجا۔ بڑے بھائی عبدالعزیز صاحب نے ندوہ کے بعد تکمیل الطب کالج جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے طب پڑھی اور حکیم ہوئے منجھلے بھائی عبدالسلام صاحب کو بھی ندوہ بھیجا گیا لیکن انھیں عربی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لئے وہ انگریزی پڑھنے محمود آباد چلے گئے۔ بھائی عبدالحبیب اور میں ساتھ ساتھ ندوہ آئے حبیب صاحب چوتھا درجہ پاس کرکے یہاں سے علی گڑھ طبیہ کالج چلے گئے اور میں ندوہ ہی میں رہا۔

اس درمیان والد صاحب کا انتقال ۵۵ برس کی عمر میں ۱۹۲۲ء میں ہو گیا۔ ان کی صحت اچھی نہیں تھی انھیں عرق النسا کی اکثر شکایت رہتی تھی۔ ان کی تعلیم گھر ہی پر ہوئی تھی۔ اردو فارسی کے علاوہ انھوں نے کچھ انگریزی بھی پڑھی تھی۔ کیونکہ انھوں نے ضلع بارہ بنکی کے انگریز ڈپٹی کمشنر کی بیوی کی شرکت میں بارہ بنکی میں ایک بینک کھولا تھا شاید وہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ضلع کا پہلا بینک تھا۔ ڈپٹی کمشنر کے تبادلے کے بعد بینک فیل ہوگیا۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے یہاں لکڑی کا ایک بڑا سا صندوق تھا۔ اس میں بینک کی دستاویزوں کے بستے بھرے ہوئے تھے کچھ دن والد نے اپنے مختار فرزند علی صاحب کے ذریعہ دعوے دائر کرکے بینک سے قرضے لینے والوں سے مطالبہ وصول کرنے کی کوشش کی لیکن بعد کو وہ مقدمہ بازی اور ڈگری قرقی کے جھمیلے سے عاجز آگئے۔ ایک دن انھوں نے مختار فرزند علی صاحب کو بلایا اور کہا بیٹا وہ سب دستاویزیں صندوق سے نکال لاؤ جب وہ دستاویزیں نکال لائے تو والد نے کہا ان میں دیا سلائی لگا دو پہلے تو وہ جھجکے لیکن والد کے اصرار پر انھوں نے دستاویزوں میں آگ لگا دی۔ جب وہ جل کر راکھ ہوگئیں تو والد نے ریشمی تہذیب منگوائی اور مختار صاحب سے کہا کہ دستاویزوں کی راکھ کو تسلے میں گھول کر تہذیب کو اس میں رنگ دو۔ اسی رنگی ہوئی تہذیب کی انھوں نے ہلکی والی بنوائی جسے وہ اوڑھا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ دلائی اتنے روپیوں کی ہے۔ اس زمانے میں قصبوں میں شعر و شاعری کا کافی رواج تھا والد صاحب بھی شاعری کرتے تھے اور عزیز تخلص کرتے تھے مگر صاحب دیوان نہیں تھے قصبے کے شیخ ابوالحسن صاحب شمیم سہالوی بڑے اچھے شاعر تھے اور صاحب دیوان بھی تھے مگر افسوس کہ ان کا دیوان شائع نہ ہو سکا والد کو انہی کی صحبت میں شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ عرفان عباسی صاحب نے تذکرہ شعراء اتر پردیش کے سلسلے میں والد صاحب شیخ عزیز الدین عزیز سہالوی پر ایک مضمون قومی آواز مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۸۲ء میں شائع کرایا تھا جس میں ان کے کلام کا نمونہ اور مختصر حالات زندگی دیے تھے۔

والد نے اپنی زندگی ہی میں جائداد، گھر اور گھر کا سامان اپنے چاروں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لڑکوں میں تقسیم کر دیا تھا تاکہ ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکوں میں جائداد وغیرہ کے سلسلے میں جھگڑا نہ ہو ان کی اس دور اندیشی اور اللہ کے کرم سے ہم لوگوں میں جائداد کے سلسلے میں کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ انھوں نے اپنی تینوں لڑکیوں کے لئے دیوا کے قریب موضع گنگوارہ میں جائداد خریدی اور ان میں تقسیم کر دی گھر میں بھی ایک حصہ لڑکیوں کے لئے رکھا اپنے اور اپنی اہلیہ یعنی والدہ کے لئے جائداد کا ایک حصہ رکھا جسے انھوں نے وقف علی الخیرات کر دیا اور وقف نامے میں لکھ دیا کہ جب تک وہ زندہ رہیں وہ اس کے متولی رہیں گے اس کے بعد ان کی اہلیہ اس کے بعد ان کی اولاد میں جو لائق سمجھا جائے وہ اس کا متولی بنایا جائے وقف نامہ میں وضاحت تھی کہ اس جائداد کی آمدنی سے والد اور والدہ کا سالانہ فاتحہ کیا جائے اور باقی رقم مدرسہ قطبیہ پر صرف کی جائے۔ والدہ کی زندگی ہی میں وقف کی اکثر آراضی جو موضع دولت پور میں تھی نہر میں آگئی تھوڑی سی آراضی بچی تھی۔ محکمہ مال کے لوگوں نے دوسری جائداد کی طرح اس کا بھی معاوضہ بنا دیا جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے عذرداری کر دی اور درخواست کی یہ وقف کی جائداد ہے اس کا معاوضہ نہیں بلکہ حکومت کی جانب سے اس کے بدلے میں ایک سالانہ رقم دی جانی چاہیئے جو وقف کے کاموں پر صرف کی جائے گی کافی دوڑ دھوپ کے بعد یہ سالانہ رقم (ANNUITY) مقرر ہو گئی جو مل رہی ہے۔

والد صاحب بڑے زمیندار تھے تحصیل اور ضلع کے جتنے حاکم تھے جب ادھر آتے تھے تو والد ہی کے یہاں ہوتے تھے والد کا زمینداری اور بینک کے مقدمات کے سلسلے میں اکثر کچہری جانا ہوتا تھا وہ اگرچہ وکیل نہیں تھے لیکن

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

انھیں وکیلوں سے زیادہ اس سلسلے میں معلومات تھے گاؤں اور جوار کے لوگ ان سے مشورہ لینے آیا کرتے تھے۔ مقدمات کی پیروی میں گاؤں کے ایک پنڈت جن کا نام اننت رام تھا والد کی مدد کیا کرتے تھے ان کا آنا جانا ہمارے یہاں کافی تھا۔ والد کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مقدمات کے سلسلے میں انھیں بھی کافی تجربہ ہوگیا تھا۔ والد کے انتقال کے بعد لوگ انہی کے پاس صلاح مشورے کے لئے جایا کرتے تھے ہم لوگ انھیں اننت چچا کہتے تھے وہ بڑے وضعدار آدمی تھے انھوں نے آخر وقت تک ہم لوگوں سے تعلقات برقرار رکھے ہم لوگ بھی ان کا بڑا خیال کرتے تھے۔

انوکھی شادی

وہ دو بھائی تھے ان کی عمر اچھی خاصی ہوگئی تھی لیکن دونوں بھائیوں میں سے کسی کی شادی نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے انھیں بڑی پریشانی تھی۔ وہ ہمیشہ شادی کی فکر میں رہتے سہالی کے قریب ایک گاؤں میں ایک پنڈت جی جن کا انتقال ہوگیا تھا ان کے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا۔ لڑکا چھوٹا تھا لڑکیاں بڑی تھیں ان کی عمر بھی اچھی خاصی ہوگئی تھی مالی حالات اچھے نہیں تھے لڑکا اگرچہ بہنوں سے چھوٹا تھا لیکن اب وہی گھر کا مالک تھا۔ ہمارے چچا اننت رام نے اسے کسی طرح رام کرلیا اور وہ اپنی دونوں بہنوں کی شادی پنڈت اننت رام اور ان کے چھوٹے بھائی سے کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ بڑی بہن صورت شکل میں زیادہ اچھی نہیں تھی چھوٹی بہن اچھی تھی پنڈت اننت رام اسی سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ اور بڑی بہن کی شادی اپنے چھوٹے بھائی سے کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ان کے چھوٹے بھائی پڑھے لکھے بھی نہیں تھے اور ان کے عقل بھی کم تھی وہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

خوشی سے بڑی بہن سے شادی کے لئے راضی ہو گئے

مگر اصل سوال لڑکیوں کی رضامندی کا تھا وہ شادی کے لئے راضی نہیں ہوئیں کیونکہ گاؤں والوں اور کچھ دوسرے عزیزوں نے ان کی شادی لکھنؤ میں کہیں لگائی تھی۔ بھائی وہاں اپنی بہنوں کی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا وہ چاہتا تھا کہ اگر گاؤں کے قریب سہالی میں پنڈت اننت رام سے شادی ہوگی تو اسے مدد ملے گی اور جانے آنے میں بھی آسانی ہوگی لیکن پنڈت جی کی اس گاؤں کے لوگوں سے پرانی مخالفت چلی آرہی تھی۔

گاؤں والوں نے چپکے چپکے لڑکیوں کی شادی لکھنؤ سے طے کرلی لیکن بھائی کو سن گن مل گئی اور اس نے پنڈت جی سے پورا حال بتا دیا۔

پنڈت جی اور لڑکیوں کا بھائی ابھی شادی کا منصوبہ بنا ہی رہے تھے کہ معلوم ہوا فلاں دن لکھنؤ سے برات آنے والی ہے پنڈت جی بڑے پریشان ہوئے وہ دوڑے ہوئے ہمارے بڑے بھائی کے پاس آئے حال بتایا اور کہا کہ بھائی راضی ہے پولیس والے میری مٹھی میں ہیں آگے جو ہوگا میں نپٹ لوں گا تم بھیا میری تھوڑی سی مدد کرو۔ تیس آدمی ایک فینس اور ایک ہاتھی کا انتظام کردو بھائی جان کے لئے ان تینوں چیزوں کی فراہمی مشکل نہیں تھی ہمارا ایک گاؤں تھا جس میں پاسیوں کی بہت بڑی آبادی تھی جو لٹھ بند اور بہادر تھے جب کوئی ضرورت ہوتی تھی ہم لوگ انہی کو بلوا لیا کرتے تھے دو سپاہی اپنے گھر کے تھے۔ فینس کہیں مانگنی نہیں تھی گھر میں رکھی تھی۔ ہاتھی بھائی جان کے ایک جاننے والے کے یہاں تھا وہاں سے منگوا لیا گیا۔

عین اس دن جس دن لکھنؤ سے برات آنے والی تھی پنڈت جی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

خاموشی کے ساتھ رات آٹھ بجے کے قریب سہالی سے برات لے کر چلے بھائی جان گھر کے اندر لیٹے تھے جب وہ اندر چلے گئے تو ہمارے منجھلے بھائی عبدالسلام صاحب سنجھلے بھائی عبدالحبیب صاحب بہنوئی رئیس احمد عرف اچھن میاں بھی چپکے سے ہاتھی پر بیٹھ کر پنڈت جی کی برات میں شریک ہو گئے۔

پنڈت جی کی برات میں مشعلیں بھی تھیں باجے کا بھی انتظام تھا لیکن نہ مشعلیں جلائی گئیں اور نہ باجا بجایا گیا بلکہ بڑی خاموشی کے ساتھ برات لڑکیوں کے دروازے پہونچ گئی وہاں اس وقت اکھوری بانٹی جا رہی تھی۔ وہاں پہونچتے ہی مشعلیں روشن کر دی گئیں باجا بجنے لگا لکھنؤ سے آئے براتی سر پر پیر رکھ کر بھاگے۔ لڑکیوں نے دھڑ سے دروازے بند کر لئے۔ ہاتھی گھر کی دیوار سے لا کر کھڑا کیا گیا اور ہمارے آدمی چھت پر چڑھ کر گھر میں اتر آئے اور انھوں نے دروازے کھول دیئے۔ لڑکیوں کے بھائی نے پھر لڑکیوں کو سمجھایا لیکن وہ تیار نہیں ہوئیں تب ہمارے آدمی زبردستی انھیں باہر اٹھا لائے اور فینس میں بیٹھا دیا پنڈت جی سے کہا گیا آپ ان کے ساتھ فینس میں انھیں پکڑ کر بیٹھ جائیے مگر انھوں نے کہا یہ میرے قابو میں نہیں آئیں گی اس لئے دو تگڑے آدمی فینس میں لڑکیوں کو پکڑ کر بیٹھے اور برات باجے گاجے کے ساتھ واپس ہوئی برات کے ساتھ لڑکیوں کا بھائی بھی تھا۔

میں اور ایک اندھے حافظ جی جد والد کی قبر پر قرآن خوانی کرتے تھے گھر میں باہر لیٹے تھے ایک نوکر بھی تھا حافظ جی قصبہ دیوا کے رہنے والے تھے وہ اندھے تو تھے لیکن بڑے زوردار آدمی تھے ان کو اس نئے قسم کی برات سے بڑی دلچسپی تھی انھوں نے مجھ سے کہا کہ چھوٹے میاں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

برات واپس آرہی ہے چلئے پنڈت جی کے یہاں ہم لوگ بھی یہ جشن دیکھیں ہیں اور حافظ جی جب پنڈت جی کے یہاں پہونچے تو برات گھر پہونچ گئی تھی بھنوری گھمانے کا انتظام ہو رہا تھا لڑکیاں پنڈت جی اور ان کے بھائی کے ساتھ بھنوری گھومنے کے لئے تیار نہیں تھیں انھیں گودیں لے کر بھنوری گھمایا گیا اس طرح ہمارے انت چچا کی انوکھی شادی ہو گئی۔

دوسرے دن انت چچا کچھ گھبرائے ہوئے آئے اور انھوں نے بھائی جان سے کہا پتہ چلا ہے کہ لڑکیوں کے گاؤں والے میرے گھر پر حملہ کر کے لڑکیوں کو اٹھا لے جانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں اس لئے بھیا ایک آدھ ہفتہ تم اپنی باہر والی کوٹھی کے پچھلے حصے میں ہم لوگوں کو ٹھہرنے کی جگہ دیدو بھائی جان نے کہا چچا یہ صرف افواہ ہے اس چھوٹے سے گاؤں کے لوگ ہمارے گاؤں آنے کی ہمت نہیں کر سکتے بہر حال اگر آپ کو وہاں ڈر لگ رہا ہے تو چلے آئیے ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے اس کے بعد وہ اور دونوں لڑکیاں ہماری کوٹھی میں منتقل ہو گئیں۔ پنڈت جی آدمی سمجھدار تھے انھوں نے لڑکیوں کی خوب خاطر مدارات کی اور ان کو رضامند کر لیا۔ ہمیں یاد ہے جب ہم لوگ اپنی چچی کے پاس جاتے تو وہ ہمیں مٹھائی کھلاتیں۔ ایک ہفتہ کے بعد حالات معمول پر آ گئے اور پنڈت جی اپنے گھر واپس گئے۔ اور خوش خوش زندگی بسر کرنے لگے۔

سہالی میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات ہمیشہ اچھے رہے ہم لوگ شادی بیاہ تیج تہوار کو ایک دوسرے کے یہاں جاتے آتے رہتے وہاں کے بڑے زمینداروں میں پیارے لال، رگھوراج اور شیوراج تھے یہ ـــــ تینوں بھائی تھے اور ان کا مکان قصبہ کے پورب

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں تھا اور ہمارا مکان پچھم میں شیوراج بھائی میں لکھنؤ چلا آیا تب بھی
جب یہاں آتے تو مجھ سے ضرور ملتے۔ اسی طرح رگھوراج بھائی کے ایک
عزیز ڈاکٹر ترلوکی بھی ہمارے یہاں کافی آتے جاتے تھے۔ ان کے
علاوہ پیراری لالہ، ننکو، ٹھاکر پرشاد، رگھو نندن پرشاد اور چھنگا لالہ
تھے ٹھاکر پرشاد اور رگھو نندن لالہ پٹواری تھے اس لئے ہم لوگوں کا برابر
سابقہ رہتا تھا۔ انہی کے محلے میں ایک لوہار رام آسرے بھی تھے ان کا ذکر
اس لئے ضروری ہے کہ یہ شالا کے خاص آدمی تھے اور کافی تیز اور
مقدمہ باز تھے ان کے متعلق عام طور پر مشہور تھا کہ ان کی آنکھوں میں
ایک خاص قسم کی کشش ہے اور وہ جس عورت کو گھور کر دیکھ لیتے ہیں
وہ ان پر لٹو ہو جاتی ہے۔ اس میں سچائی کہاں تک تھی میں کہہ نہیں سکتا مگر
میں جانتا ہوں کہ ان کی ایک بیوی جو عمر میں ان سے بہت کم تھیں اور
خوبصورت تھیں وہ ٹھکرائین تھیں۔ وہ بڑے اچھے کاریگر تھے کہا
جاتا ہے کہ وہ پستول تک بنا لیتے تھے۔

پنڈتوں میں صرف دو ایک آدمیوں کے نام یاد ہیں وہ لوگ زمیندار
نہیں کاشتکار تھے ان میں سے ایک بلدیو تھے جو میرے ساتھ اسکول میں
پڑھتے تھے اور دوسرے ان بہادر تھے جو کچھ دنوں تک ہمارے یہاں سپاہیوں
میں ملازم رہے تھے۔ اس موقع پر کنڈی والی کبھوجی کا ذکر نہ کرنا بڑا
ظلم ہوگا وہ ہمارے یہاں کنڈے لاتی تھیں سانولی سلونی اچھے ناک
نقشہ کی تھیں ہم ان کے سب سے چھوٹے دیور تھے وہ ہم سے بہت
مذاق کرتی تھیں بعد میں ان کی برادری میں تحریک چلی اور دوسرے گھروں
میں سودا تول کا کنڈی وغیرہ لے جانا روک دیا گیا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہمارے گھر کے سامنے ایک بڑی سی املی لگی تھی اس کے نیچے حاجی امام علی صاحب کا مکان تھا۔ ان کے ماشاء اللہ سے کافی لڑکیاں تھیں لیکن کوئی لڑکا نہ تھا جس سے وہ ملول رہتے تھے لیکن خوشی کی بات تھی ان کی سب لڑکیوں کی شادیاں اچھی جگہوں پر ہو گئی تھیں وہ ہمارے گھر کے کوئیں سے پانی بھرنے آتے اور ہمیں مجیب الدعوات کہا کرتے تھے ان کی بیوی بڑی نیک تھیں ہم ان کے یہاں جایا آیا کرتے تھے۔ ان کے بھائی محمد علی تھے ان کے ایک لڑکے جو کئی بھائی تھے ان کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے ابھی کچھ دن ہوئے میں سنبھالی گیا تھا تو ان کی بیوی نے جب سنا کہ میں آیا ہوں تو بیچاری بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود ملنے آئیں ان سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی اور ایسا معلوم ہوا جیسے کہ اپنا کوئی بچھڑا عزیز مل گیا۔

ہمارے گھر سے ملے ہوئے گھر میں حافظ امتیاز علی اور ان کے بڑے بھائی حشمت علی رہتے تھے۔ وہ عام طور پر حافظ جی کہے جاتے تھے عید بقر عید اور جمعہ کی نماز وہی پڑھایا کرتے تھے وہ ہمارے قصبے کے پیش امام تھے لوگ ان کا بڑا خیال کرتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ صبح نماز اور تلاوت سے فراغت کے بعد اپنے بڑے سے چبوترے پر بیٹھ کر حقہ پیا کرتے تھے۔ ان کے بڑے بھائی جن کو عام طور پر۔ لوگ بڑے بھائی کہتے تھے بہت سیدھے اور نیک آدمی تھے کھیتی وغیرہ کا کام وہی دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حافظ جی کہیں گئے تھے جمعہ کا دن کا تھا۔ ان کی والدہ نے ان سے کہا کہ آج امتیاز نہیں ہیں تم جاکر جمعہ کی نماز پڑھا دینا وہ تھکے ماندے کھیت سے آئے تھے ان کے منھ سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بے اختیار نکلا و کھیت جان کھلیان جان سسر نماز و پڑھا دے ہم بن جان، اس پر سب ہنسنے لگے اور وہ نماز پڑھانے چلے گئے۔ حافظ امتیاز علی کے ایک صاحبزادے رشید ڈھاکے میں ہیں اور خوشی کی بات ہے بڑی اچھی حالت میں ہیں ان کی لڑکی کی شادی ان کے سالے آفاق صاحب کے لڑکے سے ہوئی ہے وہ جب ڈھاکے سے یہاں آتے ہیں تو اپنی سعادت مندی سے مجھ سے ملنے ضرور آتے ہیں۔ حشمت علی صاحب کی لڑکی توقیرن کی شادی بھنیارے کے حنیف قدوائی سے ہوئی تھی حنیف بڑے سعادت مند ہیں اور میرا بڑا لحاظ کرتے ہیں اس وقت ندوہ کے مختار ہیں اور مجھ سے برابر ملنے آتے ہیں۔

اکرام چچا اور انعام چچا کا مکان ہمارے مکان سے کچھ دور پر تھا انعام چچا بڑے دیندار آدمی تھے نماز روزے کے بڑے پابند تھے ان کے ایک لڑکے بنے تھے جن کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا انعام چچا کی لڑکی کی شادی ان کے بڑے بھائی اکرام چچا کے لڑکے اقبال انصاری کے ساتھ ہوئی جو آج کل علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں اسلامک اسٹڈیز ڈپارٹمنٹ ــــــ میں ہیں۔ وارث پھوپھا بڑے پر مذاق آدمی تھے ان کے تین لڑکے تھے نیفو بھائی، ننھے بھائی اور پھکو بھائی، فیضو بھائی کانپور میں ملازم تھے اس لئے کانپور کے قیام میں میرا ان کے یہاں کافی جانا آنا تھا۔ ننھے بھائی کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ پھکو بھائی سہالی میں رہتے تھے اور ان کی وجہ سے گھر آباد تھا مگر وہ بڑھاپے میں اکیلے نہ رہ سکے اور اپنے لڑکے کے ساتھ مراد آباد چلے گئے جہاں وہ ملازم ہے جعفر چچا چھوٹی مسجد کے پاس رہتے تھے۔ ان کے دو لڑکے نذیر بھائی اور ظہیر بھائی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تھے ظہیر بھائی مدرسہ قطبیہ سہالی میں جو والد نے قائم کیا تھا ہم لوگوں کو پڑھاتے تھے ہم ان سے اتنی محبت کرتے تھے کہ جب وہ نوکری کے سلسلے میں کانپور جانے لگے تو ہم لوگ رونے لگے۔ ایک دوسرا خاندان قاضیوں کا تھا قاضی ہادی حسن دادا اور ان کے چھوٹے بھائی قاضی مہدی حسن اور قاضی بنیاد حسن جو اپنی سسرال سیدپور میں جاکر رہنے لگے تھے۔ قاضی ہادی حسن صاحب کا مکان ہمارے مکان سے ملا ہوا عالیشان مکان تھا جو اب کھنڈر ہو گیا ہے، ان کے بیٹے ننھو چچا ہم لوگوں سے بڑی محبت کرتے تھے ان کے صاحبزادے قاضی جمیل سیتاپور میں انکم ٹیکس کے مشہور وکیل ہیں بڑی محبت والے آدمی ہیں جب مل جاتے ہیں تو پرانی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ قاضی مہدی حسن صاحب کے تین لڑکے قاضی نورالحسن، قاضی مشکورالحسن اور قاضی ضمیرالحسن تھے۔ اب ان میں صرف قاضی ضمیرالحسن جمن چچا زندہ ہیں۔ میرے بزرگوں میں تنہا وہی رہ گئے ہیں جب وہ مجھے نام لے کر پکارتے ہیں تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے کیونکہ اب نام لے کر پکارنے والوں میں وہ تنہا رہ گئے ہیں بڑے خوش اخلاق اور مہمان نواز ہیں۔ جب تک وہ سہالی میں رہے جو آتا انہی کا مہمان ہوتا وہ چاہے خود نہ کھاتے لیکن مہمان کی خاطر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ ماشاءاللہ سے ان کے لڑکے بڑے ہونہار نکلے اور سب بڑی اچھی جگہوں پر ملازم ہیں اب وہ بھی لڑکیوں کی تعلیم وغیرہ کے خیال سے سہالی سے لکھنؤ چلے آئے ہیں اب وہاں کے پہچاننے والوں میں چند ہی لوگ رہ گئے ہیں شاہد خلیفہ کا انتقال ہو گیا جو میری آمد کی خبر سن کر فوراً ملنے آتے پورے قصبے کی خبریں بتا دیتے تھے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اسی طرح سکھا جن کے ہمارے گھر سے پرانے تعلقات تھے وہ بھی حال ہی میں چل بسے۔ میراثیوں کے خاندان میں اب شاید صرف صدیق بھائی کا لڑکا سہالی میں رہتا ہے ورنہ سب لکھنؤ چلے آئے۔ سہالی کے میراثیوں کا فرنگی محل سے قدیم تعلق ہے جو اب بھی باقی ہے آخر میں شفیع حلوائی رہ گئے تھے جو میرے ساتھ مدرسہ قطبیہ میں پڑھتے تھے وہ ٹانگوں سے معذور ہو گئے تھے میں جب سہالی جاتا تو ان سے ملنے ضرور جاتا سہالی کی بالوشاہیاں جوار میں مشہور تھیں وہ ہمیں بالوشاہی کھلاتے۔ مگر وہ بھی داغِ جدائی دے گئے۔

ہمارے یہاں کے پرانے نوکروں میں کچھ لوگ باقی رہ گئے ہیں بقاتی جو فرزند علی بھائی (مختار) کے لڑکے تھے اور میرے نوکر تھے خوشی کی بات ہے کہ وہ ابھی زندہ ہیں وہ مجھ سے کچھ چھوٹے ہیں ان کے علاوہ بڑے بھائی عبدالعزیز صاحب کے یہاں امید علی، ان کا بھائی سخاوت منجھلے بھائی ڈاکٹر عبدالحسیب کے یہاں اور اس سے چھوٹا بھائی بشیر والد کے پاس نوکر تھے یہ سب بفضلہ ابھی تک زندہ ہیں۔ منجھلے بھائی کے پاس عبدالخالق نوکر تھا وہ بھی زندہ ہے ایک لڑکا ممتاز میرے ساتھ لکھنؤ آیا تھا وہ زندہ ہے۔ سپاہیوں میں صرف بدل پاسی زندہ ہیں۔ گرپرشاد جو ہمارے یہاں کچھ دن سپاہیوں میں ملازم رہا تھا کافی بہادر آدمی تھا ساتھ ہی ساتھ شورہ پشت بھی تھا وہ اپنی شورہ پشتی کی وجہ سے مار ڈالا گیا۔ جب سہالی جاتا ہوتا ہے تو ہمارے یہاں کے قدیم ملازم بڑی محبت سے ملنے آتے ہیں۔

ہماری منجھلی پھوپھی کے شوہر عاشق حسین پھوپھا بسارہ کے زمیندار تھے اور ریاست محمود آباد میں تعلقدار بھی رہے تھے ان کے حالات بہت

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اچھے تھے وہ آم اور خربوزہ کی فصل میں ہمارے یہاں آم اور خربوزے بھیجا کرتے تھے ہمارے والد بھی یہاں سے تحفے تحائف بسارہ پھوپھی کے یہاں بھیجتے تھے اسی سلسلے میں وہاں کے چھیدا نائی سہالی آیا کرتے تھے اور دو، دو چار، چار روز یہاں رہتے تھے۔ ہمارے یہاں گھوڑی پلی تھی ایک دن ہمارے والد نے مذاق میں چھیدا سے کہا بیٹا اپنی مادر مشفقہ کی ناد میں پانی ڈال دو ساتھ ہی ساتھ گھوڑی کی طرف اشارہ کیا چھیدا سمجھے کہ گھوڑی کو مادر مشفقہ کہا جاتا ہے اور انھوں نے ناد میں پانی ڈال دیا دو دن کے بعد وہ اپنی گھوڑیا پر بیٹھ کر بسارہ واپس جا رہے تھے کرکرسی کے پاس وہاں کے ایک میاں پیدل آتے ہوئے ملے چھیدا نے اپنی قابلیت کے اظہار کے لئے ان سے پوچھا کیا آپ کے مادر مشفقہ نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا ہیں کیوں نہیں چھیدا بولے تو پھر آپ اس پر سوار کیوں نہیں ہوتے یہ سنتے ہی وہ آگ بگولا ہو گئے اور گالی دیتے ہوئے چھیدا کی طرف لپکے۔ چھیدا گھوڑی کو سرپٹ بھگا کر بسارہ آگئے۔ دوسرے دن کرکسی کے میاں پھوپھا کے پاس آئے اور انھوں نے شکایت کی اور کہا تمہارا نائی چھیدا بڑا بدتمیز ہے پھر پورا قصہ بتایا پھوپھا نے فوراً چھیدا کو بلایا اور ڈانٹ کر کہا تم نے ان سے یہ کیوں کہا کہ آپ اپنی مادر مشفقہ پر سوار کیوں نہیں ہوتے۔ تب چھیدا نے بتایا کہ سہالی میں بساون میاں (والد کی عرفیت بساون تھی) نے مجھ سے کہا تھا چھیدا اپنی مادر مشفقہ کی ناد میں پانی ڈال دو، میں سمجھا میاں لوگ گھوڑی کو مادر مشفقہ کہتے ہیں اس لئے میں نے میاں سے پوچھا تھا کہ آپ مادر مشفقہ پر سوار کیوں نہیں ہوتے یہ سن کر کرکسی کے میاں اور پھوپھا سب لوگ ہنسنے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لگے اور پھوپھا نے کہا یہ بھائی بساون کی حرکت ہے۔

کھیوں والے ہمارے پھوپھا عبداللہ والی بڑے سیدھے آدمی تھے وہ ہمارے یہاں برابر آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے سر میں درد تھا انھوں نے والد سے کہا بھائی بساون سر میں لگانے والا تیل دو سر میں درد ہو رہا ہے والد نے کہا تیل اس وقت نہیں ہے منگا دیا جائے گا۔ یہ بات اندر ہو گئی تھی پھوپھا باہر کسی کام سے گئے وہاں کمرے کی الماری کھولی تو دیکھا شیشی میں بھرا تیل رکھا ہے یہ بڑبڑائے اور کہا بساون بھائی نے مجھے بہکا دیا تیل سے بھری شیشی الماری میں رکھی ہے اور کہہ دیا تیل نہیں ہے پھر جلدی سے شیشی اٹھائی اور سر پر تیل انڈیل لیا۔ اور ملتے ہوئے اندر گئے اور والد سے کہا کہ باہر الماری میں تیل رکھا تھا بساون بھائی نے کہہ دیا تیل نہیں ہے والد نے سنا تو فوراً آئے اور کہا ارے تم نے کیا غضب کیا یہ تیل نہیں پیشاب ہے حکیم صاحب کے پاس فتحپور بھیجنے کے لئے رکھا تھا اس کے بعد انھوں نے بتایا کہ بھنگی آج ملا نہیں اس لئے میں نے تاروں کی شیشی کے بجائے عام شیشی میں پیشاب کر کے پاہی کے ہاتھ بھیجنے کے لئے اسے رکھ دیا تھا اور حکیم صاحب کو کہہ دیا تھا کہ لانے والے کو یہ نہ بتائیں کہ یہ پیشاب ہے۔ اس کے بعد سب لوگ ہنسنے لگے والدہ نے پھوپھا کے نہلانے کا فوراً انتظام کرایا اور کپڑے بدلوائے۔

جیسا آج کل گھریلو ملازموں کا کال ہے پہلے بالکل نہیں تھا ہمارے یہاں اندر اوپر کا کام کرنے کے لئے اجیالی اور منجھلی دو نوکرانیاں تھیں کھانا پکانے کے لئے عبدالرحیم تھے باہر کے کام کے لئے ایک لڑکا انگنو تھا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ڈیوڑھی پر قربانی نامی ایک سپاہی رہتے تھے ان کے چلے جانے کے بعد بھی جس کمرے میں وہ رہتے تھے بہت دنوں تک وہ کمرہ قربانی کے کمرے کے نام سے پکارا جاتا رہا۔ ہمارے یہاں یہ دستور تھا کہ ہم لوگ گاؤں کے اندر بھی اگر کہیں جاتے تھے تو اکیلے نہیں جاتے تھے بلکہ کوئی سپاہی ساتھ جاتا تھا۔ یہ رواج خاتمہ زمینداری کے پہلے تک جاری رہا اس کے بعد ڈیوڑھی پر سپاہی رکھنے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ بھائی جان عبدالعزیز جن کو مولانا میاں بھی کہا جاتا تھا زمینداری ختم ہونے کے بعد کسی کام سے بازار کی طرف گئے ان کے ساتھ سپاہی نہیں تھا وہ اکیلے تھے انھیں دیکھ کر قریب بیٹھی عورتوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ اب ای دن آئے گئے کہ مولانا میاں اکیلے بازار آئے ہیں۔ یعنی اب ایسے دن آ گئے ہیں کہ مولانا میاں بغیر سپاہی کے بازار آئے ہیں۔ یہ سن کر بھائی جان کے دل کو بھی چوٹ لگی۔ مگر جیسے حالات ہوں ویسے رہنا پڑتا ہے۔

ہم لوگوں کا ایک گاؤں تھا جس کا نام فتاح پور تھا لیکن عام طور پہ اس کو تیہا پور کہا جاتا تھا۔ اس میں زیادہ آبادی پاسیوں کی تھی۔ وہاں کے لوگ تورہ پشت بھی تھے وہاں کے ایک باثر بوڑھے پاسی گیا دین کو نوکر رکھ لیا گیا تھا ہم لوگ ان کو گیا دین دادا کہتے تھے وہ وہاں ہمارے باغ وغیرہ کی دیکھ بھال کرتے تھے وہ روزانہ ہمارے یہاں نہیں آتے مگر جب وہ آتے تھے تو ہم لوگوں کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور لاتے تھے جیسے گنا، گاجر جیسے، چھوٹے ککڑی وغیرہ جب گنا کولہو میں پیرا جاتا تھا اور گڑ بنایا جاتا تھا تو ہم لوگوں کے لئے تازی تازی گڑ کی پھیڑی لاتے تھے بڑے مزے کی ہوتی تھی اس کا مزا آج تک یاد ہے۔ ہم لوگ ان کے آنے کا انتظار

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کہا کرتے تھے اور ان کو دیکھ کر گیادین دادا کہہ کر دوڑتے تھے۔ وہ ساون کے مہینے میں جھولا ڈالنے کے لیے گاؤں سے برارہ یعنی بڑی موج کا بٹا ہوا موٹا رسا لاتے تھے اور پھاٹک کے پاس والی نیم میں جھولا ڈالتے تھے ہم لوگ جھولے پر خوب پینگیں لگاتے اور خوش ہوتے تھے ہم انھیں بہت چاہتے تھے ان کے مرنے کا ہمیں بڑا رنج ہوا تھا۔ اب بھی جب میں فتحپور جاتا ہوں تو ان کے گھر کی طرف میری نظریں ضرور اٹھ جاتی ہیں جیسے کہ انھیں تلاش کر رہی ہوں ان کے کوئی لڑکا نہیں تھا اب ان کے داماد کا ایک عزیز اس گھر میں رہتا ہے۔

ہمارے یہاں بھائی جان کے بچپن میں دیوا کے کلو پہلوان بھی نوکر تھے۔ بھائی جان نے ان کی بیوی کا دودھ پیا تھا۔ بھائی جان ان کو چھٹپنے میں آؤ کہہ کر پکارتے تھے بعد کو ہم سب لوگ ان کو آؤ کہنے لگے۔ وہ بڑے وضعدار آدمی تھے اگرچہ وہ ہمارے یہاں سے چلے گئے تھے اور لالہ پور میں کسی کے یہاں ملازمت کر لی تھی مگر سال میں دو تین مرتبہ ہمارے یہاں ضرور آتے تھے انھوں نے پرانے تعلقات آخر وقت تک قائم رکھے ہم لوگ بھی ان کا بڑا لحاظ کرتے تھے۔

ہماری چھوٹی پھوپھی سہالی میں رہتی تھیں ہم لوگ ان کے یہاں برابر جایا کرتے تھے وہ ہم لوگوں کو پرانے زمانے کے قصے سنایا کرتی تھیں ایک دلچسپ قصہ اب تک یاد ہے سہالی میں محرم کی آٹھویں تاریخ کو قریب کے گاؤں سے علم آتے تھے پورے گاؤں میں گشت کرتے تھے جگہ جگہ سبیلوں کا انتظام ہوتا تھا۔ اس دن کافی مجمع ہوتا تھا قرب وجوار

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں سمبالی کا آٹھویں مشہور تھی ہمارے گھر کے سامنے سے جب علم گذرتے تھے تو ہمارے یہاں کھچڑا تقسیم کیا جاتا تھا کھچڑا بڑی دیگوں میں بڑے اہتمام سے ہمارے یہاں کے مختار فرزند علی بھائی پکواتے تھے پکنے کے بعد وہ کسیوں میں تقسیم کرنے کے لئے رکھا جاتا تھا وہ کوری کسیوں میں میں ٹھنڈا ہوکر جم جاتا تھا تو بڑا مزے دار لگتا تھا اس میں ایک قسم کا سوندھا پن آجاتا تھا عرصہ گذر گیا لیکن اس کا مزا اب تک یاد ہے۔

پھوپھی نے بتایا کہ آٹھویں کے دن برادری کے لڑکے ہمارے یہاں جمع ہو جاتے تھے کھچڑا کھاتے تھے اور علم دیکھتے تھے دو بھائی تھے جن کی عمریں دس بارہ برس کی ہوں گی بڑا بھائی بڑے پائنچے کا پائجامہ پہنتے تھا چھوٹا بھائی گھر میں جانگھیا پہنے بیٹھا تھا۔ سمبالی سے ملے ہوئے گاؤں روضہ میں جب علم آئے ڈھول اور تاشے کی آواز سنائی دی تو بڑا بھائی ہمارے یہاں آنے کے لئے بھاگا اسے دیکھ کر چھوٹا بھائی بھی دوڑا بڑے بھائی نے کہا تم جانگھیا پہنے کیسے جاؤگے مگر چھوٹا بھائی نہ مانا اور ساتھ چلنے کے لئے ضد کی تو بڑے بھائی نے اپنی دونوں ٹانگیں ایک پائنچے میں کرلیں اور چھوٹے بھائی سے کہا آ دوسرے تو ہو اسی میں آجا چھوٹے بھائی نے دوسرے پائنچے میں اپنی دونوں ٹانگیں ڈال دیں اور ازاربند باندھ لیا۔ اب دونوں بھائی ملے چپکے چپکے چلنے لگے جب اس حال میں یہ دونوں ہمارے یہاں گھر کے اندر پہونچے تو ہماری پھوپھی دیکھ کر ہنسنے لگیں اور کہا یہ کیا ہے؟ بڑے بھائی نے کہا یو سسر اننا نگے ہیں کیا تو ہم کہیں تو ہی یہاں آکے جا۔ اس زمانے میں بھائیوں میں کتنی محبت ہوتی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہمارے یہاں سے دادا قاضی مہندی حسن کے یہاں سے بہت زیادہ تعلقات تھے ان کے سب سے چھوٹے بیٹے قاضی ضمیرالحسن ہمارے سنجھلے بھائی عبدالحسیب صاحب کے قریب قریب ہمعصر تھے اور ان کی چھوٹی بہن جن کا نام خلیق تھا مجھ سے صرف چھ دن بڑی تھیں میں انھیں خلّے پھوا کہتا تھا قضیائن دادی کے یہاں ہم لوگ برابر جایا کرتے تھے ان کا بڑا سا مکان تھا محرابدار دروازہ بنا تھا باہر کمرہ تھا اندر جانے کے لئے دو ڈیوڑھیاں تھیں دوسری ڈیوڑھی میں اونچے سے پلنگ پر دادی مسند لگائے اور بغل میں ڈنڈا رکھے بیٹھی رہتی تھیں ان کے یہاں بڑی بڑی سفید لالٹینیں پلی تھیں ہم لوگ ان سے بہت ڈرتے تھے۔ جب ہم دادی کے یہاں جاتے تو بطخیں کڑوں کڑوں کر کے ہماری طرف دوڑتیں تو دادی انھیں ڈنڈا دکھا کر بھگا دیتیں خلّے پھوا مجھ سے صرف چھ دن بڑی تھیں مگر رشتے میں پھوا تھیں اس وجہ سے میں انھیں پھوا کہتا تھا دادی کہا کرتی تھیں شاید خلیق چھ دن پہلے اسی لئے پیدا ہو گئیں کہ بڑا پن قائم رہے۔ خلّے پھوا مزاج کی بڑی اچھی تھیں ان کی شادی مونگیر میں ہوئی تھی مگر ان کا انتقال جوانی ہی میں ہو گیا ماشاءاللہ سے ان کے لڑکے بڑے مزے میں ہیں وہ اب تک مجھے یاد آتی ہیں۔ قضائن دادی بڑی بہادر مہمان نواز اور ہمدرد تھیں۔ جب گاؤں میں طاعون پھیلتا تو لوگ گاؤں سے دوسری جگہوں پر چلے جاتے بھاگنے والوں میں پہلا نمبر قوال صاحبان کا ہوتا اس کے بعد اور لوگ جاتے ہم لوگ بھی اپنے گاؤں فتاح پور یا اپنے بڑے بہنوئی غلام حسین صاحب کے یہاں روٹی گاؤں چلے جاتے تھے لیکن

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

قصائن دادی اور ان کے لڑکے کہیں نہیں جاتے بلکہ بیماروں کی دیکھ بھال کرتے تھے اب قریب قریب سب اللہ کو پیارے ہو گئے صرف مجھلے چچا زندہ ہیں۔

بہت سی باتیں ذہن سے نکل گئیں جو یاد آتی ہیں بے ترتیب یاد آتی ہیں بڑے بہنوئی غلام حسین صاحب بڑے دلچسپ آدمی تھے عید کا دن تھا شاید اسی دن یا اس کے آس پاس ہولی بھی تھی یہ لکھنؤ سے آئے بھائی جان سفید سلک کی نئی شیروانی پہنے تھے یہ عید ملے اس کے بعد پچکاری نکال کر برانہ مانو ہولی ہے کہتے ہوئے رنگ ڈال دیا پوری شیروانی ستیاناس ہو گئی بھائی جان کو بظاہر سے بڑا تاؤ آیا لیکن نازک رشتہ تھا دل ہی دل میں کھول کر رہ گئے زبان سے کچھ نہ کہا اور لوگوں کو بھی یہ مذاق برا لگا مگر غلام حسین بھائی کھڑے مسکراتے رہے تھوڑی دیر بعد شیروانی پر کا رنگ غائب ہونے لگا اور آخر میں شیروانی پہ پانی کے دھبے کے سوا رنگ کا نام نشان نہ رہا۔ یہ معجزہ دیکھ کر سب ہنسنے لگے۔

غلام حسین بھائی کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ جب آتے تھے تو دوسرے ہی دن جانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے روکنے کے باوجود نہ رکتے تھے اور ناشتے کے بعد شیروانی پہن کر اسٹیشن سونڈھیا منو جانے کے لئے روانہ ہو جاتے تھے راستے میں قصائن دادی کا گھر پڑتا تھا وہاں جاتے اور بیٹھ کر پچیسی کھیلنے لگتے اس زمانے میں پچیسی اور گنجیفے کا بڑا رواج تھا دوپہر کو گھر آتے کہتے گاڑی چھوٹ گئی بعد کو سب لوگ ان کی اس عادت سے واقف ہو گئے تھے' اس لئے جاتے وقت زیادہ روکتے نہیں تھے اور

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دوپہر کے کھانے پر ان کا انتظار کرتے۔

بڑی بہن ہاجرہ جن کے لڑکے افتخار ندوہ میں منصرم ہیں غلام حسین بھائی کو بیاہی تھیں۔ دوسری دو بہنوں فاطمہ بجیا اور صغریٰ آپی کی شادی محی الدین پور ٹانڈہ کے خورشید حسن خاں کے دونوں لڑکوں رئیس احمد خاں اور اقبال احمد خاں سے لگی ہمارے یہاں کے مختار فرزند علی بھائی رہن سہن اور گھر بار دیکھنے گئے ان کی خصوصیت یہ تھی کہ جہاں جاتے جھانکتے ضرور تھے والد نے سمجھایا دیکھو بیٹا خاں صاحبان کا معاملہ ہے وہاں جھانک تاک نہ کرنا۔

خورشید حسن خاں کا تعلق خانزادوں کے خاندان سے تھا یہ لوگ شیخ ہوتے ہیں لیکن اپنے کو خان لکھتے ہیں خورشید حسن خاں حقے کے بڑے شوقین تھے اور چلم اپنے ہاتھ ہی سے بھرتے تھے وہ چلم بھرنے اندر گئے فرزند علی بھائی کو موقعہ مل گیا اور وہ ڈیوڑھی میں پہونچ گئے اور پکارنے سے پہلے پردہ ذرا سے کھسکا کر جھانک لیا اس کے بعد پکار کر کہا کوئی آپ سے ملنے آیا ہے محی الدین پور سے فرزند علی بھائی واپس آئے تو اور حالات بتانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ خاں صاحب کے گھر میں بس لڑکی کے سوا عورتوں میں اور کوئی نہیں ہے لڑکی اپنے بھائی اقبال احمد عرف بتن میاں کو پڑی ہے وہی شکل وصورت ویسا ہی لمبا قد والد نے پوچھا تم نے لڑکی کو کیسے دیکھ لیا اس پر وہ مسکرائے۔ میاں جان یعنی والد نے کہا فرزند علی تم تاک جھانک کب چھوڑو گے بال کھچڑی ہو رہے ہیں اور تمہارا حال وہی ہے فرزند علی بھائی بچپن سے ہمارے یہاں ملازم تھے والد ہی نے انھیں پڑھایا لکھایا اور مختاری کا کام سپرد کر دیا وہ ایک طرح

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سے گھر کے ایک فرد ہو گئے تھے اور گھر کے تمام کاموں کی ذمہ داری
ان پر تھی وہ ہمیشہ دھوتی باندھتے تھے بند گلے کا کوٹ پہنتے تھے
اور پٹے رکھاتے تھے۔ گھر پہ عام طور پر دھوتی، کرتا اور کھڑاؤں
پہنتے تھے اور بڑے مزے میں کھڑاؤں پہن کر چلتے تھے۔ ان کے بعد
ان کے چھوٹے لڑکے بفاتی نے ہمارے زمانے میں کام شروع کر دیا
والد کا انتقال ہو چکا تھا جائداد چاروں بھائیوں میں تقسیم ہو چکی تھی
دونوں بڑے بھائیوں اور تینوں بہنوں کی شادی ہو چکی تھی والدہ
زندہ تھیں وہ ہم دونوں چھوٹے بھائیوں کے ساتھ رہتی تھیں ہم دونوں
کے حصے میں فتاح پور گاؤں اور چھوٹا سا اور گاؤں میں آیا تھا باوجود
ہماری کوشش کے بفاتی نے پڑھا لکھا نہیں اب مختاری کا کوئی کام
رہا نہیں تھا صرف لگان وصول کرنے کا کام تھا اس کی یاد بہت اچھی
تھی اسے ہم لوگ جو لگان بتا دیتے وہ جا کر وصول کر لاتا اور آکر گھر پر
لکھا دیتا۔ بڑا بے غذر اور سیدھا آدمی ہے مگر اس میں ایک خاص بات تھی
وہ یہ کہ جب تک ہمارے سامنے رہتا بڑی مستعدی سے کام کرتا رہتا۔
لیکن ہمارے لکھنؤ چلے آنے کے بعد وہ سب کام بھول جاتا تھا۔ ایک
مرتبہ ہم نے باہری کمرے کے سامنے صفائی کرائی جھانکر کا کھرارہ دروازے
کے پاس پڑا تھا جب ہم لکھنؤ آنے لگے تو ہم نے کہا بفاتی اسے اندر رکھا
دینا۔ مگر ہمیں یقین تھا کہ وہ اسی جگہ پڑا رہے گا اور جب ہم آئیں گے
یا آنے والے ہوں گے تب بفاتی اسے اٹھائیں گے چنانچہ یہی ہوا کہ
جس دن ہم سہالی پہونچنے والے تھے اسی دن بفاتی نے کھرارہ اٹھاکر
اندر رکھا وہ بچپن سے ہم لوگوں کے ساتھ رہا ہے اس لئے ہم لوگوں سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بڑی محبت کرتا ہے اب جب کبھی ہمارا سہالی جانا ہوتا ہے ہمارے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ اس سے پرانے زمانے کی یادیں وابستہ ہیں۔

ہم جب سہالی جاتے ہیں تو فتاح پور ضرور جاتے ہیں یہ گاؤں مجھے اور میرے سنجھلے بھائی عبدالحسیب صاحب کو حصے میں ملا تھا اس گاؤں میں ہم نے ایک قلم باغ لگوایا تھا۔ جیسے خاتمہ زمینداری کے بعد بیچ دیا گیا مگر وہ اب تک لگا ہوا ہے اس میں ہم نے اپنے ہاتھ سے آم اور امرود کے پیڑ لگائے تھے چمن بندی کرا کے روش کے کنارے کنارے بیلا لگوایا تھا گرمیوں میں اس کے پھول کی خوشبو دور دور تک پھیلی رہتی تھی اب بھی پھول کھلتے ہیں خوشبو پھیلتی ہے مگر ہم کوسوں دور شہر میں ہیں وہ خوشبو ہم تک نہیں پہونچ پاتی لیکن تصور میں ہم وہاں پہونچ جاتے ہیں اور سب یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ اس گاؤں میں پاسیوں کی آبادی ہے مسلمانوں کا صرف ایک گھر ہے وہ کنّو نائی کا گھر ہے ہم لوگ جب جاتے تھے اسی کے یہاں بیٹھتے تھے وہ بڑا نیک اور محنتی آدمی تھا اس کے پاس زیادہ زمین نہیں تھی لیکن وہ اپنی محنت سے کافی پیدا کر لیتا تھا اس کا مکان صاف ستھرا تھا بکریوں کے علاوہ گائے بھینس پالے تھا۔ گاؤں کے لوگ اسے بہت مانتے تھے اور اس کا لحاظ کرتے تھے اپنے جھگڑے اسی سے چکاتے تھے اس کی بیوی بھی بڑی سلیقہ مند تھی جیسے ہی لوگ جاتے فوراً چارپائی پر قالین لاکر بچھا دیتی اور بغیر کھانا کھلائے واپس نہیں آنے دیتی مگر اب نہ کنّو رہ گئے اور نہ ان کی سوگھڑ بیوی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جب کانگریس کا زور ہوا تو اسی کے ساتھ ساتھ یہ خبریں بھی آنے لگیں کہ کانگریس زمینداری نظام کے خلاف ہے اور اقتدار میں آنے کے بعد وہ پہلا کام اسے ختم کرنے کا کرے گی تو ہمارے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالحبیب صاحب کو فکر ہوئی اور انھوں نے بطور احتیاط اپنی بیوی منور جہاں اور میری بیوی اختر جہاں کے نام دو سو بیگھہ خام کا پٹہ کر دیا اس زمانے میں زمیندار خود پٹہ کر سکتا تھا پٹواری کے ذریعہ دونوں کا نام کاشتکاروں میں لکھ دیا گیا تاکہ خاتمہ زمینداری کے بعد ان کی اس آراضی سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ خاتمہ زمینداری کے بعد واقعی اس آراضی سے ہم لوگوں کو کافی فائدہ رہا یہ آراضی اچھے لگان پر شکمی طور پر کاشتکاروں کو دیدی گئی کافی دنوں تک یہی صورت رہی لیکن کانگریس حکومت نے ادھواسی قانون کے ذریعہ شکمی کاشتکاروں کو اصلی کاشتکار بنا دیا اور اصلی کاشتکاروں کو معمولی معاوضہ دیدیا اس طرح یہ آراضی بھی نکل گئی مگر کچھ شکمی کاشتکاروں کا اندراج پٹواری کے کاغذات میں نہیں تھا وہ آراضی بچ گئی یہ آراضی قریب پچاس بیگھہ خام تھی اس موقعہ پر ابیرن پاسی کا ذکر نہ کرنا بڑا ظلم ہوگا۔ ہم لوگوں نے جن کاشتکاروں کو آراضی شکمی پر دی تھی ان سے وعدہ کرا لیا تھا کہ جب کوئی جانچ ہو تو وہ کہہ دیں کہ یہ آراضی ہم کھیا کی طرف سے کاشت کرتے ہیں ہم شکمی کاشتکار نہیں ہیں مگر جب جانچ ہوئی تو سب نے اپنے کو شکمی کاشتکار بتا کر اپنا نام درج کرا لیا صرف ابیرن پاسی تنہا ایسا آدمی تھا کہ اس نے اپنے وعدے کی پابندی کی اور اپنا نام شکمی کاشتکاروں میں لکھنے نہیں دیا اور ہم سے اگر بتا بھی گیا ہم نے اس زمین نہیں لی اور وہ بدستور اس پر کاشتکاری کرتا رہا یہ پچاس بیگھہ آراضی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بچ گئی تھی بٹائی پر دیدی لیکن بٹائی پر دینا بھی خطرے سے خالی نہیں تھا وہ بھی کسی وقت نکل سکتی تھی اس لئے خود کاشت کرانے کا انتظام کیا اور بفاتی کو بیل اور دوسرا سامان فراہم کر دیا لیکن بفاتی زمینداری کے زمانے میں تحصیل وصول کا کام کرنے کے عادی تھے وہ کاشتکاری کا محنت والا کام ٹھیک سے نہ کر سکے بیل دبلے ہو کر مرنے کے قریب ہو گئے اور پیداوار اتنی بھی نہیں ہوئی جتنی بٹائی میں ہوتی تھی زمین پھر بٹائی پر دیدی مگر وہاں سے غلہ لکھنؤ لانے میں بڑی زحمت ہوتی تھی اور صرف بھی کافی ہو جاتا تھا۔ ہم نے وہ آراضی بٹائی والے کاشتکاروں کے ہاتھ فروخت کر دی۔ مگر ایک کاشتکار جس کا نام براتی تھا اس کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ آراضی خرید سکتا اس نے کہا کہ میں اپنے لڑکے کے ذریعہ بٹائی کا غلہ آپ کے گھر لکھنؤ پہنچا دیا کروں گا وہ لڑکا نیک آدمی تھا وہ برابر غلہ ہمارے یہاں پہنچاتا رہا تھوڑے دنوں کے بعد اس کا لڑکا لیکھ پال ہو گیا اور اس نے بھی آراضی خرید لی آخری مرتبہ جب وہ بٹائی کے گیہوں ہمارے یہاں لایا تو ہم نے زمینداری کی آخری نشانی کے طور پر تھوڑے گیہوں پلاسٹک کی ایک ڈبیا میں محفوظ کر لئے جو ابھی تک میرے بکس میں رکھے ہیں

سہالی کے پاس مناجو پور میں ہمارا ایک قلم باغ تھا جسے ہم نے اس لئے نہیں بیچا تھا کہ آم کھانے کے بہانے ہی ہمارے لڑکے سال میں ایک مرتبہ سہالی چلے جایا کریں گے لیکن اللہ کی کرنی ایسی کہ اس جگہ نہر نکلی اور پورا باغ اس میں آ گیا اور زمینداری کی یہ نشانی بھی ختم ہو گئی اب سہالی میں ہمارا لکھوری اینٹ کا بنا بڑا سا مکان ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جس کا صرف پھاٹک باقی رہ گیا ہے جس میں میں نے یادگار کے لئے مجیب منزل کا پتھر لگوا دیا ہے ہمارے گھر بارہ دری میں اس وقت ہمارا بھتیجا قیام الدین قدوائی رہتا ہے یہ ہمارے منجھلے بھائی عبدالسلام صاحب کی دوسری بیوی کا لڑکا ہے ان کی پہلی بیوی سے ایک لڑکی مسیح ہے جو گھر ٹرھن پور میں ہمارے ددھیالی خاندان میں بیاہی ہے ٹرھن پور ہمارے دادا عباس کے تیرہ صدرالدین پور کے پاس ہے تیرہ میرا جانا صرف ایک مرتبہ بچپن میں ہوا تھا وہاں ایک مرتبہ پھر جانے کی تمنا ہے دیکھئے پوری ہوتی ہے کہ نہیں۔

ہمارے بھائی اپنے کو قدوائی لکھتے تھے اس پر ہماری چھوٹی پھوپھی کہا کرتی تھیں کہ کھائیں گے نانا کا کہلائیں گے دادا کے، یعنی ہم لوگ اپنے والد کی ماں نصیب النساء کی جائداد پر قابض ہیں جو انصاری تھیں مگر اپنے دادا عباس کی وجہ سے اپنے کو قدوائی لکھتے ہیں جو تیرہ کے رہنے والے تھے اور قدوائی تھے۔ میں نے قدوائی اور انصاری کے جھگڑنے میں پڑنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے وطن سہالی کی نسبت سے اپنے کو سہالوی لکھنے لگا۔

ہماری والدہ وزیرالنساء نے والد کے انتقال کے بعد اپنی سسرال کے عزیزوں کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ رکھا یہی وجہ ہے کہ اب تک تعلقات باقی ہیں بسارہ والی پھوپھی، پھوپھا عاشق حسین اور ان کے لڑکے اطہر حسین برابر سہالی آتے جاتے رہتے تھے اسی تعلق کی بنا پر میری شادی میری پھوپھی زاد بہن منی بجیا کی لڑکی اختر جہاں سے ہوئی۔ منی بجیا بڑی محبت کرنے والی خاتون تھیں وہ زندگی بھر دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرتی رہیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

حالانکہ ان کے حالات اچھے نہیں تھے ان کے شوہر کا انتقال جوانی ہی میں ہو گیا تھا اور وہ اپنے والد کے پاس رہتی تھیں مگر اس کے باوجود انھوں نے اپنے لڑکوں ظہیر اور نصیر کو تعلیم دلوائی۔

ہماری والدہ نے والد کے انتقال کے باوجود میری اور میرے بھائی ڈاکٹر عبدالحسیب صاحب کی تعلیم کا خیال رکھا اور انہی کی کوششوں اور دعاؤں سے ہم لوگ اس لائق ہوئے وہ بڑی وضع دار بی بی تھیں والد بنارس سے تمباکو کے ایک کارخانے سنگھی ساہو کے یہاں سے تمباکو کی گولیاں منگوایا کرتے تھے والد کے انتقال کے بعد والدہ اسی کارخانے سے تمباکو منگواتی رہیں مجھے یاد ہے کہ والدہ نے ایک مرتبہ کسی وجہ سے کچھ دنوں تک بنارس سے تمباکو نہیں منگوائی تو کارخانے کی طرف سے دریافت خیریت کا خط آیا والدہ نے جواب دیا کہ سب خیریت ہے اور ساتھ ہی ساتھ تمباکو بھیجنے کو لکھا ہم لوگ جب بیمار پڑتے تو وہ رات رات بھر نہ سوتیں اور ہر طرح سے آرام پہونچانے کی کوشش کرتیں مجھے کنٹھ مالے کی شکایت ہو گئی تھی اس میں گوشت اور مچھلی وغیرہ سے پرہیز تھا انھوں نے میرے کھانے کا ایسا انتظام کیا کہ پرہیز بالکل نہیں کھلا۔ وہ زیادہ پڑھی لکھی نہیں تھیں مگر انھیں پڑھنے کا بڑا شوق تھا قصص الانبیاء داستان امیر حمزہ اور گل بکاؤلی کی پھٹی ہوئی جلدیں بستے میں بندھی عرصہ تک تاکداں پر رکھی ان کی یاد دلاتی رہیں۔ ان کے مزاج میں صفائی بہت تھی ان کا صاف چمچاتا ہوا لوٹا کٹورا آخر وقت تک ان کی چارپائی کے پاس رکھا رہا" بڑھاپے میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دو جوان لڑکیوں فاطمہ، صغریٰ اور ایک جوان لڑکے عبدالحسیب اور اس کے بعد منجھلے بھائی عبدالسلام کی موت نے ان کو بالکل توڑ دیا ورنہ خدا کے فضل سے انھیں کوئی بیماری نہیں تھی معمولی پیچش کے بعد اسّی بیاسی سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔

قرآن شریف اور اردو میں نے گھر ہی پر پڑھی سہالی کے پرائمری اسکول میں کنتور کے رہنے والے ایک ٹیچر عبدالشکور صاحب تھے وہ ہمارے یہاں رہتے تھے ہم لوگوں کو گھر پر پڑھانے اور ساتھ اسکول بھی لے جاتے تھے ہمیں یاد ہے اس زمانے میں اسکول کے ہیڈ ماسٹر منشی گرچرن لال تھے وہ سہالی کے قریب ہی ایک گاؤں کے رہنے والے تھے بڑے اچھے اور مستعد آدمی تھے ہم لوگوں کا بڑا خیال رکھتے تھے اسکول سے چلے آنے کے بعد بھی ان کا ہمارے یہاں سے تعلق رہا جب سہالی آتے تو ہمارے یہاں ضرور آتے منشی عبدالشکور صاحب پڑھے لکھے تو تھے لیکن وہ بولتے اپنی دیہاتی زبان ہی میں تھے جب ہمارے بڑے بھائی عبدالعزیز صاحب اور عبدالسلام کی شادی ہوئی تو ہمیں یاد ہے کہ انھوں نے ہمارہ دری سے ملے ہوئے کمرے میں آکر ہماری والدہ سے کہا ہتوراہیں مبارک۔ جب ہمارے بھائیوں کی شادی ہوئی تو میں بالکل چھوٹا تھا اور جلد ہی رات کو سو جاتا تھا۔ ہمارے یہاں کھانا دیر میں کھایا جاتا تھا ماشاء اللہ بیس بائیس آدمیوں کا کھانا پکتا تھا کبھی ہماری بھابھی یعنی بڑے بھائی کی بیوی مجھے جگا کر کھلاتی تھیں کبھی منجھلے بھائی کی بیوی جنھیں میں بھاوج کہتا تھا کھلاتیں میں نیند میں آنکھ بند کئے بیٹھا رہتا تھا اور وہ منھ میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لقمہ رکھتی جاتی تھیں اور میں کھاتا جاتا تھا۔ میں اپنی بھابھی اور بھاوج کو ماں کی طرح مانتا تھا۔ اور وہ بھی مجھے اسی طرح چاہتی تھیں۔

ہم لوگوں کے تعلقات ریاست محمود آباد کے اہلکاروں سے عام طور پر اچھے نہیں رہتے تھے بات یہ تھی کہ لاشعوری طور پر ہم لوگوں کو یہ احساس ہوتا تھا کہ یہ جائداد ہمارے خاندان کی تھی اور اب غیر لوگ قابض ہیں۔ کچھ اقتدار کی کشمکش بھی تھی راجہ صاحب کے اہلکار اپنا اقتدار جمانا چاہتے تھے اور ہم لوگ اپنا اقتدار چاہتے تھے پبلک ہمارے ساتھ تھی اس لئے اہلکار کچھ کر نہ پاتے تھے آخر میں گڑھی بھلول کے پاس پیغمبر پور کے رہنے والے ریاض صاحب۔ تحصیلدار کی حیثیت سے سہالی آئے ان کا رویہ ہم لوگوں کے ساتھ بھائی چارے کا رہا خود ہی ہمارے بڑے بھائی عبدالعزیز صاحب سے ملنے آئے پھر ان سے ہم لوگوں کے تعلقات عزیزوں کیسے ہو گئے وہ بڑے مہمان نواز اور شاہ خرچ تھے جتنے لوگ ریاست سے متعلق آتے وہ ان کے مہمان ہوتے اس کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ان کی مہمان نوازی سے فائدہ اٹھاتے لوگ کہتے ہیں کہ ان کے چولہے کی آگ کبھی بجھی نہیں ان کا باورچی بھی بہت اچھا آدمی تھا۔

وہ ہم کو چھوٹے بھائی کی طرح مانتے تھے کبھی کبھی اسٹیشن سوڈھیامؤ پر ہمارا ان کا ساتھ ہو جاتا جب ہم اپنے ملازم بھاتی کو ٹکٹ لانے کے لئے پیسے دینے لگتے تو وہ جیب سے ٹکٹ نکال کر ہم کو دیدیتے اور کہتے میں نے ٹکٹ پہلے ہی منگا لیا تھا۔ کسی سلسلے میں ہم لوگوں سے ریاست سے مقدمہ بازی شروع ہو گئی ہم لوگ مقدمہ کی پیروی کے لئے قیصور جاتے کھانے کا وقت آتا تو وہ اپنا بڑا سا ناشتے دان کھول کر

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دستر خوان بچھوا دیتے اور ہم لوگوں کو ساتھ کھانے پر مجبور کر دیتے ۔ وہ اپنی فیاضی سے کچھ بچا نہ سکے حالانکہ ریاست کے تحصیلداروں کی آمدنی کافی تھی۔ خاتمہ زمینداری کے بعد وہ اپنے گاؤں چلے گئے لکھنؤ جب آتے تو ہمارے میاں ضرور آتے دیکھنے سے پتہ چلتا کہ حالات اچھے نہیں ہیں مگر وہ کبھی کسی چیز کے خواستگار نہیں ہوئے ہم لوگ بہت اصرار کرتے تو چائے پی لیتے اللہ انھیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

ندوہ

میری بارہ برس اور بھائی عبدالحبیب صاحب کی عمر چودہ سال کی ہوگی کہ ہم لوگوں کو بھی ندوہ تعلیم کے لئے بھیجا گیا۔ گھر سے دور پڑھنے کا یہ پہلا اتفاق تھا ہم دونوں بھائی گھر چھٹنے کے غم میں رات کو رویا کرتے تھے اسی سال نئے آنے والے لڑکوں میں رئیس احمد جعفری بھی تھے وہ ہم لوگوں کے ہم جماعت تھے اور سامنے والے کمرے میں رہتے تھے وہ بھائی عبدالحبیب صاحب کے ہمعمر تھے اور وہ بھی گھر کی جدائی سے غمزدہ تھے: ان میں اور بھائی صاحب میں جلد ہی دوستی ہوگئی ۔ اس زمانے میں لڑکوں کے رہنے کے لئے کوئی الگ بورڈنگ ہاوس (دارالاقامہ) نہیں تھا بلکہ اسی عمارت میں ہال کے دونوں طرف بنے کمروں میں طلبار رہتے تھے پچھم طرف والے کمروں میں بڑے لڑکوں کے رہنے کا انتظام تھا اور پورب طرف کے کمروں میں چھوٹے لڑکے رہتے تھے ہال سے ملے بڑے کمروں میں چھوٹے لڑکوں کے کلاس تھے اور بڑے لڑکے ہال کے اوپر کے کمروں میں پڑھتے تھے۔ نماز پڑھنے کے لئے ہال میں دریاں بچھی تھیں ۔اعظم گڑھ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کے رہنے والے مولانا شبلی جو اپنے کو شبلی مدرس لکھا کرتے تھے ہم لوگوں کے اتالیق یعنی نگراں تھے اور ہال کے پچھم طرف فیلڈ کے سامنے والے کمرے میں رہتے تھے۔ اور فقہ پڑھاتے تھے، لڑکوں کی نگرانی کرتے تھے اور مطبخ کے انچارج تھے وہ اوپر سے سخت اور اندر سے نرم تھے ان کا قد چھ فٹ کا ہوگا۔ موٹے تگڑے آدمی تھے۔ چہرہ کا چکلا، آنکھیں ان پر لٹکی ہوئی موٹی بھوئیں بلکہ چہرہ چوڑی پیشانی۔ اونچی اور موٹی ناک، سیاہ رنگ بڑی اچھی داڑھی۔ گرجدار آواز ہم لوگ ان سے بہت ڈرتے تھے اور شکل شیر کا بچہ کہا کرتے تھے وہ لمبا کرتا اور شلوار پہنتے تھے شلوار بھی کرتہ کا اس میں جاتے تھے ورنہ اکثر وہ تہبند باندھے رہتے تھے ہم نے انھیں جوتا پہنے کبھی نہیں دیکھا وہ ہمیشہ چپل پہنتے تھے وہ نگرانی قاعدے سختی سے کرتے تھے ساتھ ہی ساتھ بچوں سے محبت بھی بہت کرتے تھے اور ہماری آزاری میں ان کا بڑا خیال رکھتے تھے۔

وہ نماز کے لئے خاص طور پر فجر کے وقت ہم لوگوں کو اٹھانے کے لئے کمروں کا گشت کرتے تھے سردی کے موسم میں جب صبح کے وقت لوگوں کے لئے اٹھنا مشکل ہوتا تھا وہ نماز سے پہلے ایک مرتبہ ہم لوگوں کو اٹھانے آتے تھے لیکن نیند کے ماتے لڑکے پھر سو جاتے تھے وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے اس لئے وہ نماز شروع ہونے سے پہلے پھر ایک چکر لگاتے تھے اور جس کو سوتا پاتے تھے اس کی پٹائی کر دیتے تھے۔ ہم لوگوں نے ان کی پٹائی سے بچنے کے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لئے یہ ترکیب نکالی کہ چارپائی کے نیچے چٹائی بچھائی اور بستر کی چادر اتنی نیچی کر لی کہ چارپائی کے نیچے نہ دکھائی دے۔ ہم لوگ ان کے پہلے چکر کے بعد چارپائی کے نیچے لیٹ کر سو جاتے کچھ دن تو وہ دھوکا کھاتے رہے اس کے بعد انھیں ہماری اس ترکیب کا پتہ چل گیا اب وہ ہم لوگوں کو چارپائی کے نیچے سے نکال کر ہماری پٹائی کرنے لگے۔

وہ چمڑے کے موٹے موٹے چپل پہنتے تھے ہر شخص کی چال الگ ہوتی ہے چلتے وقت ان کی چپل سے نکلنے والی آواز ہم لوگ پہچان گئے تھے جیسے ہی وہ آواز کسی لڑکے کے کان میں آتی وہ فوراً دوسرے لڑکوں کو جگا دیتا اور ہم لوگ اٹھ کر جلدی سے وہاں پہنچ جاتے جہاں جاڑے کے موسم میں وضو کے لئے پانی گرم کیا جاتا تھا۔ جب وہ چلے جاتے تو ہم لوگ پھر جا کر لیٹ جاتے کبھی کبھی وہ نماز کے بعد بھی چکر لگاتے اور ہم لوگوں کی پٹائی کر دیتے۔

اب بچوں سے محبت کا حال بھی بتا دوں آپ سے کیا چوری میں کسی کسی دن بستر پر پیشاب کر دیتا تھا ایک مرتبہ وہ جگانے آئے اور انھوں نے لحاف گھسیٹا تو اس میں پیشاب کی بھبھک نکلی وہ بگڑے اور کہا تو اب تک پیشاب کرتا ہے مگر نماز کے بعد آکر نوکر سے اپنے سامنے بستر دھلوایا وہ شریر لڑکوں کو زیادہ چاہتے تھے اور کہا کرتے تھے مجھے بدھو لڑکے پسند نہیں۔

اس زمانے میں باورچی خانہ دارالعلوم کی عمارت کے پچھم طرف نالے کے کنارے تھا اس کے دو حصے تھے ایک حصے میں کھانا پکتا تھا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دوپہر میں لڑکے کھانا کھاتے تھے بڑا سا کھپریل پڑا تھا اس میں تخت بچھے تھے انہیں پر بیٹھ کر لڑکے کھانا کھاتے تھے کھانے کی گھنٹی بجتی تھی اور سب لڑکے باورچی خانے جا کر کھانا کھاتے تھے کمرے میں کھانا صرف بیمار لڑکوں کے لئے جاتا تھا یا کسی لڑکے کا کوئی مہمان آجاتا تھا تو وہ کمرے میں کھانا منگا لیتا تھا۔

کھانے کے وقت مولانا شبلی اتالیق مطبخ میں موجود رہتے تھے وہ یہ دیکھتے تھے کہ لڑکوں کے لئے کھانا کیسا پکا ہے اس کے علاوہ وہ لڑکوں کو گرم گرم روٹیاں فراہم کرتے تھے اور نگرانی کرتے تھے کہ کھاتے وقت کوئی لڑکا شرارت تو نہیں کرتا ہے اتنا عرصہ گذر گیا لیکن اب تک وہاں کی گرم گرم خمیری روٹیاں یاد ہیں ندوہ کا باورچی شہر کے اچھے باورچی میں تھا اس کا نام مولا تھا۔ ندوہ کے اکثر نوکر ضلع بارہ بنکی کے ایک گاؤں کنیبے کے تھے جو کرسی کے پاس ہے غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ ندوہ کے بہت پرانے چپراسی اصغر اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔

چھوٹے بچوں کو گومتی ندی میں نہانے کی اجازت نہیں تھی مولانا شبلی گرمیوں کے موسم میں جمعہ کے دن عمارت کے پچھم طرف جو کنواں ہے اس پر نہلانے کا انتظام کرتے تھے اس کوئیں کا پانی بڑا صاف اور ٹھنڈا ہوتا تھا ہم لوگوں کو کوئیں پر نہانے میں بڑا مزا آتا تھا۔ بعض وقت اب بھی دل میں یہ تمنا کنمناتی ہے کہ کاش ایک مرتبہ پھر اسی کوئیں پر نہانے کو ملتا۔ جب ہم لوگ بڑے ہوگئے تو جمعہ کے دن ہم لوگ بھی مولانا حفیظ اللہ صاحب کے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ساتھ نہانے کے لئے گومتی پر جانے لگے اس وقت ندوہ کے مہتمم مولانا حفیظ اللہ صاحب تھے وہ بہت اچھا تیرنا جانتے تھے انہی کی وجہ سے مجھے بھی تیرنا آگیا وہ جب تیرتے تھے تو ان کی سفید لمبی داڑھی پانی کے اوپر رہتی تھی اور وہ بالکل شیر معلوم ہوتے تھے ہمارا کمرہ پورب کی طرف بنے ہوئے کمروں میں فیلڈ کی جانب دوسرے نمبر پر تھا اس کمرے میں ہم دونوں بھائی خیر آباد کے اختر صاحب بہار کے ذکی صاحب، مصطفےٰ کریم صاحب اور اشاعت صاحب رہتے تھے۔ ان میں سوائے مصطفےٰ کریم صاحب کے جو بہار کے کسی کالج میں لکچرر ہیں کسی سے پھر ملاقات نہیں ہوئی اگرچہ اب بھی انھیں دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ اس وقت لڑکوں کا کام کرنے کے لئے جو نوکر تھے ان میں سے صرف تین کے نام یاد ہیں۔ اسمٰعیل، امین اور یعقوب نہیں وہ لوگ کبھی یاد آتے ہیں جو اس وقت بورڈنگ میں بسکٹ، قلفی اور رابڑی بیچنے آتے تھے محسن بسکٹ والے، مداری قلفی والے، رابڑی بیچنے والی بوڑھیا جنکو ہم لوگ دادی کہتے تھے ان کے چہرے اس وقت بھی آنکھوں کے سامنے ہیں۔

غالباً جب میں چھٹے درجے میں پہونچا تب پہلا بورڈنگ ہاؤس (دار الاقامہ) بنا جسے ہم لوگ شبلی ہوسٹل کہتے تھے چونکہ اب ہمارا شمار بڑے لڑکوں میں کیا جانے لگا تھا اس لئے ہمیں بھی نئے بورڈنگ ہاؤس میں دوسرے بڑے لڑکوں کے ساتھ منتقل کر دیا گیا۔ چھوٹے لڑکے دار العلوم ہی کی عمارت میں پچھم طرف والے حصے میں رہنے لگے اور پورب طرف والے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کمروں میں کلاس لگنے لگے۔ شبلی ہوسٹل میں ہمارا کمرہ ہال کے پچھم طرف والے حصے میں پانچواں کمرہ تھا۔ ہال اس وقت تک بنا نہیں تھا مولانا شبلی اسی حصے میں پہلے کمرے میں منتقل ہو کر آ گئے یہاں والے کمرے میں ہمارے ساتھ مصطفےٰ صاحب، ذکی صاحب، بضاعت صاحب اور میں چار لڑکے رہتے تھے اختر صاحب تعلیم چھوڑ کر خیرآباد چلے گئے اور اور بھائی صاحب علی گڑھ طبیہ کالج چلے جا چکے تھے۔

ہمارا کمرہ مختار احمد اور مشتاق احمد کے کمرے کے پاس تھا یہ دونوں بھائی موضع جگت ضلع پیلی بھیت کے رہنے والے تھے ان کا خاندان وہاں کے رئیسوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ ان کا ایک ذاتی نوکر رہتا تھا۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ ان کے کمرے میں جمع ہو جاتے تھے۔ ان کے یہاں آنے والوں میں رئیس احمد جعفری، رحمت علی صاحب اور میں تھا مختار احمد صاحب چائے کے بڑے شوقین تھے ہر وقت کیتلی انگیٹھی پر رکھی رہتی تھی اور چائے کا دور چلا کرتا تھا۔ مختار صاحب بڑے مخلص آدمی تھے اپنے دوستوں کا بڑا خیال رکھتے تھے وہ میرے ساتھ ایک مرتبہ سہالی بھی گئے تھے اور کئی دن رہے تھے۔ ان کو شعر و شاعری کا بھی شوق تھا انھیں یہ بھی غلط فہمی تھی کہ وہ اچھا گا لیتے ہیں اسلئے وہ اپنا اور دوسرے شاعروں کا کلام گا کر سناتے تھے مجھے یاد ہے کہ ؎

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

وہ جھوم جھوم کر سناتے تھے۔ یہ نشست اس وقت تک چلی تھی جب تک شبلی صاحب لڑکوں کو کھانا کھلوا کر مطبخ سے بورڈنگ ہاؤس واپس

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نہیں آجاتے تھے ۔ جب کبھی مختار صاحب کے یہاں کوئی مہمان آجاتا تھا تو یہ نشست میرے کمرے میں ہوتی تھی ۔ اس زمانے میں مجھے کنٹھ مالے کی شکایت ہو گئی تھی اس لئے والدہ نے گلے کی گلٹیوں کو دھونے اور دوا وغیرہ لگانے کے لئے سہانی سے ایک نوکر بھیجا دیا تھا اس کا نام نظیر تھا وہ میرا ہمعمر تھا وہ بڑا سمجھدار اور وفادار لڑکا تھا یہ نشست جب ہمارے یہاں ہوتی تو پان وغیرہ دکان سے منگائے جاتے ۔ مختار صاحب کے یہاں تو پان کی پٹاری سامنے رکھی رہتی تھی اور وہ پان لگا لگا کر ہم لوگوں کو دیا کرتے تھے ۔ نظیر یہ کرتا تھا کہ جب میں پان منگواتا تھا تو کہہ دیتا تھا اس وقت پان والی دکان پر نہیں ہے اور جب رئیس صاحب یا رحمت علی صاحب منگاتے تھے تو وہ دوڑ کر لے آتا تھا میں نے جب کئی بار یہ ہوتے دیکھا تو میں نے ایک دن میاں نظیر سے الگ بلا کر پوچھا یہ کیا بات ہے کہ جب میں پان منگاتا ہوں تو تم کہہ دیتے ہو کہ پان کی دکان بند ہے اور جب کوئی دوسرا منگاتا ہے تو تم جلدی سے لے آتے ہو ۔ نظیر نے کہا بھیا خواہ مخواہ آپ کے پیسے خرچ کراتے اچھا نہیں لگتا ۔ میں نے کہا بھائی کبھی کبھی میرے منگانے سے بھی لے آیا کرو ورنہ وہ لوگ سوچیں گے کہ نوکر کو سمجھا رکھا ہے اس کے بعد سے میاں نظیر میرے منگانے سے بھی پان لانے لگے ۔ اس زمانے میں ندوہ کے اندر کوئی ہوٹل نہیں تھا پچھم طرف پھاٹک کے پاس کچھ پان وغیرہ کی دکانیں تھیں وہیں سے ہم لوگ منگا لیا کرتے تھے ۔

رئیس احمد جعفری اور رحمت علی صاحب ہال کے پورب طرف

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

والے حصے میں رہتے تھے اسی طرف عدیل عباسی صاحب کے بھائی شکیل عباسی صاحب بھی رہتے تھے وہ ہم لوگوں سے کافی سینیر تھے لیکن بڑے ہنس مکھ اور ملنسار تھے ان کی آواز بڑی اچھی تھی ہم لوگ جب ان سے غزل سنانے کے لئے اصرار کرتے تو وہ ہماری بات نہ ٹالتے اور جب وہ غالب کی یہ غزل

درد منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

اپنی سریلی اور درد بھری آواز میں پڑھتے تو سماں بندھ جاتا اور بڑا مزا آتا۔

منت اللہ صاحب مونگیری میرے بعد ندوہ آئے تھے۔ منت اللہ صاحب ان کے بھائی نور اللہ صاحب، فضل کریم صاحب اور عبدالسلام صاحب یہ سب مونگیر کے تھے اور جب آئے تھے تو نیا بورڈنگ نہیں بنا تھا اور دارالعلوم کی عمارت ہی میں پورب طرف والے حصے میں میرے کمرے کے بعد والے کمرے میں رہتے تھے اس وقت بھی ان کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ سردی کا موسم ہے منت اللہ سبز بھاگلپوری کپڑے کی دلائی اوڑھے کھڑے ہیں وہ ہمارے کلاس فیلو تھے یہ کافی ذہین لڑکوں میں تھے تھوڑے دنوں کے بعد ان سے کافی تعلقات ہو گئے ندوہ سے چلے جانے کے بعد بھی ان سے خط و کتابت رہی اور اب بھی تعلقات برقرار ہیں جب لکھنؤ آتے ہیں تو ضرور ملتے ہیں یہ مولانا محمد علی مونگیری جو بانیان ندوہ میں سے تھے ان کے چھوٹے صاحبزادے ہیں اور اس وقت خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے سجادہ نشین ہیں۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آخر میں شبلی صاحب کلاس میں آنے کے بجائے اپنے کمرے ہی میں پڑھانے لگے تھے ان کے پاؤں میں الکوتا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے انھیں چلنے پھرنے میں دشواری ہوتی تھی شبلی صاحب فقہہ کے ماہر تھے اور بڑی اچھی طرح پڑھاتے تھے وہ پڑھانے کے درمیان کچھ لطیفے بھی سناتے تھے وہ یہ لطیفہ عام طور پر سنایا کرتے تھے ایک مولوی صاحب کا تکیہ کلام تھا جو ہے سو ہے' وہ بچوں کو الحمد پڑھاتے تو کہتے الحمد للہ جو ہے سو ہے' بچے بھی یہی کہتے الحمد للہ جو ہے سو ہے تب مولوی صاحب خفا ہو کر کہتے جو میں کہوں جو ہے سو ہے تو تم نہ کہو جو ہے سو ہے کہو الحمد للہ جو ہے سو ہے بچے بھی یہی پورا جملہ دھراتے اور مولوی صاحب زچ ہو کر خاموش ہو جاتے شبلی صاحب کے کلاس میں اسی وجہ سے کافی دل لگتا تھا اور ہم لوگ بڑے شوق سے ان کے کلاس میں جاتے تھے وہ اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے ندوہ میں سب سے زیادہ سابقہ انھیں سے رہا۔ ان کے ساتھ ان کے دو نواسے وحید اور سعید رہتے تھے۔ بعد میں سعید صاحب شبلی صاحب کی جگہ پر فقہہ پڑھانے لگے تھے۔

ہمارے استادوں میں مولانا حیدر حسن، مولانا عبدالودود، مولانا عبدالحلیم اور مولانا عبدالرحمان بھی تھے مولانا حیدر حسن صاحب ٹونک کے رہنے والے تھے حدیث کے ماہرین میں شمار کئے جاتے تھے مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے فرشتہ تھے چھوٹے بڑے سب کو میاں کہہ کر مخاطب کرتے تھے گورے چٹے لمبے قد اور چھریرے بدن کے خوبصورت آدمی تھے سفید کرتا سفید شلوار پہنتے تھے اور سفید

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

صافہ باندھے رہتے تھے اس لباس میں ان کے سرخ سفید چہرے پر سفید داڑھی دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نور ٹپک رہا ہے وہ کوٹھے پر پچھم طرف والے کمرے میں رہتے تھے وہیں بیٹھ کر پڑھاتے تھے صرف نماز پڑھنے کے لئے نیچے اترتے تھے۔ ان کے درس میں ہم لوگوں کے ساتھ علی میاں بھی شریک ہوتے تھے اس طرح ہمیں ان کا ہم درس ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔ اس تعلق کا وہ اب بھی خیال رکھتے ہیں اور بڑی محبت سے ملتے ہیں۔

مولانا عبدالودود صاحب منطق اور فلسفہ پڑھاتے تھے اور اس خشک مضمون کو اس ڈھنگ سے پڑھاتے تھے کہ ہمیں مضمون سے بالکل لگاؤ نہ ہونے کے باوجود کچھ نہ کچھ آ گیا تھا۔ دارالعلوم کی عمارت میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے کچھ دنوں کے لئے ڈالی گنج میں موہن میکن کی طرف جانے والی سڑک پر ریلوے پل کے پاس برف والی کوٹھی میں چھوٹے لڑکوں کا ہوسٹل قائم کر دیا گیا تھا وہاں مولانا عبدالودود صاحب ہم لوگوں کے اتالیق اور نگراں تھے۔ وہ کافی ذہین اور سمجھدار تھے صورت شکل کے اچھے تندرست آدمی تھے وہ جب چھوٹی مہری کا پائجامہ، کرتا اور شیروانی پہن کر نکلتے تھے تو بہت اچھے لگتے تھے وہ لڑکوں پر زیادہ سختی نہیں کرتے تھے لڑکے ان کے حسن اخلاق اور حسن انتظام سے مطمئن تھے۔

مولانا عبدالحلیم صاحب ہم لوگوں کو تفسیر پڑھاتے تھے۔ انھیں سیاست سے بھی دلچسپی تھی وہ کلاس میں سیاسی مسائل پر بھی اظہار خیال کیا کرتے تھے لمبے قد کے دبلے پتلے آدمی تھے ابھی ان کی داڑھی سفید نہیں ہوئی تھی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کھدر کا کرتا پائجامہ بنڈی پہنتے تھے اور سر پہ عربوں کی طرح کپڑا باندھے رہتے تھے خوش مزاج آدمی تھے انھیں شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی ان کا ایک شعر مجھے اب تک یاد ہے سہ

قبر میں بھی ہے انتظار مجھے
بری عادت کبھی نہیں جاتی

مولانا عبدالرحمان صاحب ہم لوگوں کو عربی ادب پڑھاتے تھے وہ نگرام کے رہنے والے تھے وہ روشن خیال آدمی تھے ان کا لڑکوں سے برتاؤ بڑا اچھا تھا ان کے مولانا عبدالماجد دریا آبادی سے کافی تعلقات تھے وہ سچ ہفتہ وار میں مضامین لکھا کرتے تھے وہ لڑکوں میں بہت مقبول تھے ولی محمد جو ما شا اللہ سے ابھی تک ندوہ میں لازم ہیں سب سے پہلے مولانا عبدالرحماں کے پاس نوکر ہوئے تھے مولانا عبدالرحمان چھوٹے قد اور سانولے رنگ کے تھے کھدر کا کرتا پائجامہ اور اسی کی دوپلی ٹوپی پہنتے تھے وہ زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہے اور جوانی ہی میں ان کا انتقال ہو گیا لیکن انھوں نے ندوہ کے طلبار پر گہرا اثر چھوڑا اور ان میں روشن خیالی پیدا کی ان کے رشتے کے بھائی مطلوب الرحمان صاحب ہم لوگوں کے ساتھ پڑھتے تھے اور نظیر آباد میں رہتے تھے۔ ندوہ سے چلے آنے کے بعد بھی ان سے ہمارے تعلقات باقی رہے۔

ندوہ میں انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی آخر زمانے میں ماسٹر عبدالسمیع صاحب ہم لوگوں کو انگریزی پڑھاتے تھے اور بڑے اچھے ڈھنگ سے پڑھاتے تھے مجھے گرامر بالکل نہیں آتی تھی لیکن انھوں نے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایسے آسان طریقے سے پڑھایا کہ دشواری دور ہوگئی۔ وہ بڑے نیک اور فرشتہ خصلت تھے۔ شخص سے مسکرا کر بات کرتے تھے۔ بعد کو انھوں نے ندوہ کی مسجد کے پاس اپنا ذاتی مکان بھی بنوالیا تھا ان سے ہمارے تعلقات آخر وقت تک رہے۔

اس زمانے میں ہاکی کا بڑا رواج تھا ندوہ کی ہاکی ٹیم شہر کی اچھی ٹیموں میں شمار کی جاتی تھی اس کے دوستانہ میچ لکھنؤ یونیورسٹی اور کرسچین کالج وغیرہ سے ہوا کرتے تھے اس وقت ندوہ ہاکی ٹیم کے کپتان نہال احمد صاحب تھے جو کچھوچھے کے رہنے والے تھے یہ سنٹر ہاف اور ان کے بھائی محمد احمد صاحب رائٹ اوٹ کھیلتے تھے یہ دونوں بھائی ہاکی کے کلب بی، وائی، اے کی طرف سے ٹورنامنٹ میں بھی کھیلا کرتے تھے۔ نہال صاحب کے بعد ذکی صاحب کپتان اور میں نائب کپتان ہوگیا تھا۔ ہمارے زمانے میں بھی ندوہ کی ٹیم اچھی تھی لیکن اس معیار کی نہیں تھی جو نہال صاحب کے زمانے میں تھا۔ ہم لوگوں کے بعد عمران خان صاحب کپتان ہوگئے تھے شبلی صاحب کے نواسے وحید صاحب اور سعید صاحب بھی ہاکی کے اچھے کھلاڑی تھے رحمت علی صاحب اور منت اللہ مونگیری بھی ہاکی کھیلتے تھے۔ اس زمانے میں کھیل کے نگراں ایک ماسٹر عزیز الحسن خاں تھے۔ انھیں کھیل کود سے بڑی دلچسپی تھی۔

الاصلاح الاصلاح ندوہ کے طلبا کی انجمن تھی ہم لوگوں کی ذہنی تربیت میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس کی لائبریری میں اور مضامین کے علاوہ اردو ادب کی بہت اچھی کتابیں اور رسائل تھے اس کا ایک ماہانہ رسالہ بھی نکلتا تھا جو ہاتھ سے لکھا جاتا تھا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس کے ایڈیٹر بہار کے مناظر امام تھے۔ انجمن کی طرف سے ڈیبیٹ بھی ہوتے تھے جن میں لڑکے تقریریں کرتے تھے مجھے اردو ادب سے جو ذوق پیدا ہوا وہ انہی کی دین ہے مولانا عبدالسلام قدوائی جو تھونیڈی ضلع رائے بریلی کے رہنے والے تھے انھوں نے انجمن کو ترقی دینے اور اس کی سرگرمیوں کے بڑھانے میں بڑا حصہ لیا مولانا عبدالسلام قدوائی سیدھے سادھے آدمی تھے طلباء ان کو بہت مانتے تھے وہ ایک طرح سے طلباء کے لیڈر تھے رئیس احمد جعفری سے ان کے بڑے گہرے تعلقات تھے جمعہ کو انجمن کے زیر اہتمام جو تقریریں ہوتی تھیں ان میں رئیس احمد جعفری، عبدالسلام قدوائی اور ان کے رشتے کے بھائی نجم الدین قدوائی برابر حصہ لیتے تھے اور اچھے تقریر کرنے والوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ یونیورسٹی وغیرہ میں جو تقریری مقابلے ہوتے تھے ان میں یہ لوگ شرکت کرتے تھے۔ عبدالسلام قدوائی انجمن الاصلاح کے کافی دنوں تک ناظم رہے تھے ان کے بعد رئیس احمد جعفری ناظم اور میں نائب ناظم منتخب ہوئے۔ انجمن کے عہدے دار طلباء کے لیڈر سمجھے جاتے تھے طلباء کی انجمن کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور طلباء پر اس کے اثرات سے ندوہ کے منتظمین کچھ خوش نہیں تھے اور اندر اندر کشمکش چل رہی تھی۔ انجمن الاصلاح کے عہدے دار طلباء کے حقوق کے محافظ خیال کئے جاتے تھے اور ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کے خلاف آواز بلند کرتے تھے اتفاق سے ایک معمولی سی بات پر کشمکش بڑھ گئی اس وقت سالانہ امتحانات ہو رہے تھے طلباء نے امتحانات کا بائیکاٹ کر دیا۔ ہڑتال کا یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

منتظمین نے مطبخ سے لڑکوں کا کھانا بند کر دیا۔ اور بورڈنگ خالی کرنے کے احکام بھی جاری کر دیئے دو چار دن تو ہم لوگوں نے طلباء کے کھانے کا انتظام کیا اور انھیں روکے رکھا لیکن ہمارے ذرائع محدود تھے ہم زیادہ دنوں تک طلباء کے کھانے کا انتظام نہیں کر سکتے تھے اس لئے رفتہ رفتہ سب لڑکے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور طلباء کی تحریک ٹھنڈی پڑ گئی اس تحریک کے روح رواں عبدالسلام قدوائی تھے اس لئے انجمن کے ناظم اور نائب ناظم کے ساتھ ساتھ عبدالسلام قدوائی کو بھی ندوہ سے نکالے جانے کا حکم جاری کر دیا گیا۔

تحریک چلانے کے لئے جو کمیٹی بنی تھی اس کا صدر ہم لوگوں نے بڑیل ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے عبدالحئی صاحب کو بنایا تھا۔ جب بورڈنگ سے طلباء کو نکالا گیا تو وہ بھی اپنے گھر چلے گئے میں عبدالسلام ندوی اور رئیس احمد جعفری مکارم نگر میں ایک مکان میں ٹھہرے رہے۔

تحریک عملی طور پر ختم ہو چکی تھی ہم لوگوں نے اس کے باقاعدہ ختم کرنے اور طلباء سے ندوہ واپس آنے کی اپیل کرنے کے سلسلے میں اعلان سے پہلے تحریک کے صدر عبدالحئی صاحب سے مشورہ کرنا ضروری خیال کیا اس لئے ہم تینوں آدمی بڑیل گئے اس زمانے میں بارہ بنکی سے بڑیل جانے والی سڑک کچی تھی اور راستہ انتہائی خراب تھا ہم لوگ یکے پر گئے تھے گھوڑا اچھا تھا لیکن اس کے باوجود وہ کئی جگہوں پر الٹتے الٹتے بچا اور اکثر راستہ ہم کو پیدل طے کرنا پڑا خدا خدا کر کے جب ہم عبدالحئی صاحب کے گھر پہنچے تو معلوم ہوا عبدالحئی صاحب گھر پر موجود نہیں ہیں [illegible] گئے ہیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ان کے نوکر نے کمرہ کھول دیا گرمیوں کے دن تھے ہم لوگوں کے لئے شربت لے آیا۔ شربت پینے کے بعد ہم لوگ لیٹ کر آرام کرنے لگے عبدالسلام صاحب ظہر کی نماز کے لئے وضو کرنے اٹھے اور لوٹے میں پانی لے کر بیٹھے عینک اتار کر خانے میں رکھی اور خانہ گود میں رکھ لیا خانہ لوہے کا تھا جو پٹ سے بند ہوتا ہے وضو کرنے کے بعد وہ کھڑے ہوئے اور عینک کا خانہ ڈھونڈھنے لگے مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا پتہ چلتا تو کیسے وہ بند ہوتے وقت پائجامے کی میانی میں لٹک گیا تھا کھڑے ہوتے تو کرتے سے ڈھک گیا یہ خانہ تلاش ہی کر رہے تھے کہ عبدالحئی صاحب کے نوکر صاحب آئے ابھی وہ خانا کہہ پائے تھے کہ مولانا جلدی سے بولے کہاں ہے اس درمیان نوکر نے جملہ پورا کیا اور کہا خانا یعنی کھانا تیار رہے لے آؤں۔ ہم نے کہا لے آؤ مارے ہنسی کے ہمارا اور رئیس صاحب کا برا حال تھا ابھی نوکر کھانا لا بھی نہیں پایا تھا کہ خانے کا پتہ چل گیا کہ وہ میانی میں لٹکا ہے۔ رئیس صاحب نے کہا تم بھی عجب آدمی ہو نوکر نے اپنی قابلیت جتانے کے لئے کھانے کو خانا کہا تھا آپ پورا جملہ سنے بغیر بے تابی سے بول اٹھے کہاں ہے وہ خیال کرتا ہوگا بڑے مرکھنے ہیں۔ تھوڑی دیر میں کھانا بھی آگیا اور عبدالحئی صاحب بھی آگئے۔ ہم لوگ ان سے مشورہ کر کے لکھنؤ واپس آئے۔

ندوہ سے اخراج کے بعد عبدالسلام قدوائی، رئیس احمد جعفری اور میں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جانے کا ارادہ کیا۔ اسٹرائک کے دوران بھی ہم لوگوں نے حفظ مراتب کا خیال رکھا کسی استاد کے ساتھ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کوئی گستاخی نہیں کی اور نہ نعرے بازی کی قاعدے کے مطابق اسٹرائک کے لیڈروں کا نکالا جانا ضروری تھا اس لئے ہم لوگوں کو نکال دیا گیا لیکن کوئی تلخی پیدا نہیں ہوئی اور ہم اپنے استادوں سے اسی طرح ملتے جلتے رہے جس طرح پہلے ملتے جلتے تھے ان کا رویہ بھی ہم لوگوں کے ساتھ ہمدردانہ تھا مولانا سید سلیمان ندوی اس وقت ندوہ کے ناظم تعلیم تھے جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ جامعہ ملیہ جانے والے ہیں تو انھوں نے شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیا تاکہ وہاں داخلے میں ہم لوگوں کو کوئی دشواری نہ ہو۔

مولانا سید سلیمان جیسے صاف ستھرے اور سلیقے کے ساتھ رہنے والے مولوی میں نے بہت کم دیکھے ہیں وہ درمیانہ قد کے خوبصورت آدمی تھے ان کی ترشی ہوئی گول سیاہ داڑھی ان کے گورے بھرے ہوئے چہرے پر بڑی اچھی معلوم ہوتی تھی وہ صاف شفاف کپڑے پہنتے تھے ان کی شیروانی کے سب بٹن لگے ہوتے تھے سفید صافہ بھی سلیقے سے بندھا ہوتا تھا وہ سنہرا چشمہ لگاتے تھے اور ان کی جیبی گھڑی کی خوبصورت چین دور سے دکھائی دیتی تھی جب میں چھوٹے لڑکوں کے ساتھ دارالعلوم کی عمارت میں رہتا تھا تو ایک دن صبح کے وقت بیت الخلا کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ کہ مولانا سید سلیمان ندوی آتے نظر آئے میں نے سلام علیکم کیا انھوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو میں نے کہا سوال حل کرنے جا رہا ہوں۔ انھوں نے فوراً ٹوکا اور کہا صحیح تلفظ سُوال نہیں سُؤال ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہمارے والد عزیزالدین صاحب سے ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے والد مولانا عبدالحئی صاحب سے تعلقات تھے۔ اس کے بعد شروع میں کچھ دنوں تک انھوں نے ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کا بھی علاج کیا اس طرح میں بچپن ہی سے ڈاکٹر عبدالعلی صاحب سے متعارف تھا۔ اس کے بعد جب میرا قیام لکھنؤ میں ہوا تو میں بھی انھیں کا علاج کرتا رہا وہ میرے گھر کے معالج تھے۔ وہ عرصے تک ندوہ کے ناظم رہے۔ اس کی وجہ سے بھی ان سے میرا تعلق رہا۔

ڈاکٹر صاحب مرض کی تشخیص بہت صحیح کرتے تھے۔ ان کے پاس علاج کے لئے بھانت بھانت کے لوگ آتے تھے مجھے یاد ہے کہ ان کے پاس علاج کے لئے ایک صاحب آیا کرتے تھے جو اپنے ذاتی تانگے پر آتے تھے ان کے ساتھ ان کے ایک مصاحب رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب دوا کا نام بولتے تھے نواب صاحب کے مصاحب استخارہ دیکھتے تھے۔ کہ یہ دوا راست ہے کہ نہیں مصاحب آدمی سمجھدار تھے کیونکہ وہ عام طور پر اکثر دوائیں درست قرار دیتے تھے۔

میں نے ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب سے پوچھا یہ کیا ہے تو انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا بس مسکراتے رہے۔ جب ملک کا بٹوارہ ہوا۔ اور پاکستان سے پناہ گزیں لکھنؤ آئے۔ تو میں نے دیکھا کہ پناہ گزینوں کی اچھی خاصی تعداد ڈاکٹر صاحب کو دکھانے آتی۔ ایک دن ایک پناہ گزیں بوڑھی خاتون نے ڈاکٹر صاحب سے پھونک چھوڑنے کی بھی فرمائش کردی ڈاکٹر صاحب نے ان کا دل نہیں توڑا اور پھونک چھوڑ دی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ڈاکٹر صاحب کسی مریض کو لٹکاتے نہیں تھے بلکہ صاف صاف بتا دیتے تھے۔ میری منجھلی لڑکی ریحانہ بچپن سے بیمار رہتی تھی۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو دکھایا انھوں نے دوا دی۔ اس سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ دوا تو یہی ہے مگر شاید میرے ہاتھ سے اس کی شفا نہیں لکھی ہے آپ کسی دوسرے ڈاکٹر کو دکھائیے۔ میں نے دوسرے ڈاکٹر کو دکھایا اس نے بھی وہی دوا تجویز کی اور فائدہ ہو گیا۔ مجھے اتنا عقیدہ ہو گیا تھا کہ جب تک میں ڈاکٹر صاحب کو دکھا نہ لوں مجھے اطمینان ہی نہ ہوتا تھا میں انھیں کے مشورہ سے دوسرے طبیب کے پاس جاتا تھا۔

ان میں خاص بات یہ تھی کہ وہ کسی طریقہ علاج سے تعصب نہیں رکھتے تھے وہ ایلوپیتھک، یونانی، اور ہومیوپیتھک جس دوا کو مریض کے لئے مناسب خیال کرتے تھے تجویز کرتے تھے وہ ایلوپیتھ ہونے کے علاوہ وہ طب اور ہومیوپیتھی میں بھی کافی دخل رکھتے تھے۔

●

جامعہ ملیہ عبدالسلام صاحب رئیس احمد جعفری اور میں جامعہ جانے کے لئے دہلی روانہ ہوئے جامعہ ملیہ میں پہلے سے کافی ندوی موجود تھے جیسے حسان ندوی، حفیظ الدین ندوی جلیل و خلیل ندوی، — حفیظ الدین صاحب تر دل

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

باغ میں ایک ہوسٹل میں رہتے تھے اور مکتبہ جامعہ میں کام کرتے تھے ہم لوگ انھیں کے یہاں گئے وہ اپنے کمرے میں موجود نہیں تھے اس وقت دن کے گیارہ بجے ہوں گے ان کے کمرے میں ایک عرب صاحب ملے وہ اردو بہت کم جانتے تھے ہم لوگوں نے اپنا تعارف عربی میں کرایا۔ عرب مہمان نواز تو ہوتے ہی ہیں انھوں نے ہم لوگوں کے کھانے کا انتظام کیا کھانا تو مطبخ سے آتا ہی تھا لیکن عرب صاحب نے ہم لوگوں کے لئے الگ سے گوشت پکایا کھانا تیار ہو گیا لیکن حفیظ صاحب نہیں آئے عرب صاحب نے ہم لوگوں سے اصرار کیا کہ کھانا کھائیے ہم لوگ کھانے کے لئے بیٹھ گئے عرب صاحب کے پکائے گوشت کے شوربے میں لقمہ ڈبو کر جو منہ میں رکھا تو لقمہ کسی طرح حلق کے نیچے نہ اتارا جا سکا شوربہ نمکین ہونے کے بجائے میٹھا تھا بڑی مشکل سے عرب صاحب کی نظر بچا کر ہم لوگوں نے اسے تھوک دیا اور پھر عرب صاحب کے پکائے گوشت میں ہاتھ نہیں لگایا عرب صاحب مزے میں میٹھا شوربہ کھاتے رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حفیظ صاحب آگئے صاحب سلامت اور خیریت خیر سلا کے بعد ہم لوگوں نے کہا کہ عرب صاحب نے ہماری بڑی خاطر کی مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ عرب صاحب نے ہم لوگوں کے لئے جو گوشت پکایا تھا اس کا شوربہ نمکین ہونے کے بجائے میٹھا تھا کیا عرب میں میٹھا شوربہ کھایا جاتا ہے یہ سن کر حفیظ صاحب کو بھی تعجب ہوا اور عرب سے انھوں نے پوچھا کہ آپ نے میٹھا شوربہ کیوں پکایا تھا وہ مسکرائے اور انھوں نے کہا کہ نمک زیادہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہو گیا تھا اس کے بعد نے اس میں شکر ڈال دی تھی۔ یہ سن کر ہم سب لوگ ہنسنے لگے۔ میں نے حفیظ صاحب سے کہا مگر عرب صاحب میٹھا شوربہ خوب مزے سے کھاتے رہے اس پر حفیظ صاحب نے کہا عرب صاحب میٹھا شوربہ نہیں کھا رہے تھے بلکہ آغا کی طرح اپنے دام کھا رہے تھے۔

جامعہ ملیہ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آنے والے طلباء کے لئے خاص انتظام کیا گیا تھا اور ان کے لئے ایک اسپیشل کلاس کھول دیا گیا تھا جس میں انگریزی اور دوسرے مضامین ریاضی وغیرہ کی تعلیم دے کر بی اے میں داخل کر لیا جاتا تھا ہم لوگ ندوہ میں انگریزی سے روشناس ہو چکے تھے یہاں انگریزی کی قابلیت انٹر کے مساوی کرنے میں قابلیت حاصل کرنی تھی ہو گئی۔ اسپیشل کلاس میں پڑھانے والے استاد ولی [illegible] صاحب مجیب اور برکت علی صاحب تھے۔ ذاکر صاحب کو جامعہ [illegible] کے کام ہوتے تھا اس لئے کبھی ان کی جگہ شفیق الرحمان صاحب یا کوئی دوسرے استاد ہم لوگوں کو پڑھانے چلے آتے تھے۔

مجیب صاحب حال ہی میں جرمنی سے آئے تھے مجیب صاحب کافی [illegible] تھے وہ [illegible] بھی انگریزی کے بہت [illegible] تھے اس زمانے میں جامعہ قرول باغ ہی میں تھا ایک عمارت میں چھوٹے لڑکے رہتے تھے جس کے نگراں سعد الدین صاحب ندوی تھے شاید اس عمارت کا نام کاشانہ منزل تھا دوسری عمارت میں پڑھائی ہوتی تھی "اکیڈمی" کہتی اور بڑے لڑکے اسی کے پاس ایک عمارت میں رہتے تھے۔ ہم لوگ اسی عمارت میں رہتے تھے یہ عمارت [illegible] کالج کے پاس چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تھی قرول باغ میں اس وقت بہت کم آبادی تھی اور آس پاس جنگل ایسا تھا تعلیم کمروں میں ہوتی تھی جہاں چٹائی پر دری بچھی ہوتی تھی وہاں کے استاد بلا تفریق سب صرف پچھتر (۷۵) روپیے ماہوار لیتے تھے اور بڑی لگن کے ساتھ اس ادارے کو چلا رہے تھے ان کا ایثار و خلوص قابل رشک تھا۔ ڈاکٹر ذاکر صاحب بڑے خوش مزاج استاد تھے پڑھاتے وقت دلچسپ قصے جرمنی وغیرہ کے سنایا کرتے تھے اسپیشل کلاس میں زیادہ تر لڑکے ندوہ اور دیوبند سے آئے تھے ایک روز ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب پڑھانے کے بعد ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے معلوم نہیں کون سی بات نکلی کہ انھوں نے مجھ سے پوچھا آپ تاش کھیلنا جانتے ہیں میں نے کہا نہیں اس کے بعد رئیس احمد جعفری سے پوچھا انھوں نے بھی کہا میں نہیں جانتا پھر انھوں نے یہی سوال عبدالسلام قدوائی اور دیوبند کے ایک مولانا سید احمد صاحب سے کیا دونوں نے شرماتے ہوئے کہا ہم لوگ تاش کھیلنا جانتے ہیں اس پر ڈاکٹر صاحب ہنسنے لگے اور کہا میں سمجھتا تھا یہ دونوں یعنی میں اور رئیس احمد جعفری تاش کھیلنا جانتے ہونگے کیونکہ ہم دونوں داڑھی منڈے تھے اور عبدالسلام قدوائی اور دیوبند کے مولانا سید احمد داڑھی رکھائے تھے۔ ذاکر صاحب ایسے دلچسپ طریقے پر پڑھاتے تھے کہ جی چاہتا تھا کہ ان کا گھنٹہ ختم نہ ہو۔ ایک دن کلاس میں معلوم نہیں کس طرح خدا کے وجود اور عدم وجود پر بات چلی ڈاکٹر ذاکر صاحب نے کہا کہ سیف سائڈ یہ ہے کہ خدا کے وجود کو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ اگر خدا نہیں ہے تو کوئی بات نہیں اور اگر ہے تو نہ ماننے کی شکل میں نقصان ہے۔

برکت علی صاحب ہم لوگوں کو ریاضی پڑھاتے تھے وہ عجیب و

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

غریب آدمی تھے کلاس میں کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے ٹھیک وقت پر آتے تھے اور ٹھیک وقت پر چلے جاتے تھے۔ ایک دن آئے اور ہنس ہنس کر پڑھانا شروع کر دیا مگر ان کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے بخار ہے بعد کو پتہ چلا کہ اس وقت انھیں ۱۰۲ ڈگری بخار تھا۔ ہم لوگوں کو اسلم جیراجپوری سے بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ان کے پڑھانے کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ بہت کم وقت میں زیادہ سے زیادہ پڑھا دیتے تھے اور اس ڈھنگ سے پڑھاتے تھے کہ ذہن نشین ہو جاتا تھا۔ وہ حقے کے بہت شوقین تھے ان کے یہاں جب کبھی جانا ہوا وہ حقہ پیتے ملے۔ میں مدرسے میں ہاکی کھیلتا تھا جامعہ ملیہ میں کیلاٹ صاحب جو بی، اے وغیرہ کو انگریزی پڑھاتے تھے انھیں کھیل اور ورزش سے بڑی دلچسپی تھی انھیں جب معلوم ہوا کہ میں ہاکی کا پلیر ہوں تو انھوں نے مجھے ہاکی کھیلنے پر آمادہ کیا اس کے بعد وہ ہاکی کے میچوں میں مجھے کھیلنے کا موقعہ دینے لگے وہ بڑی خوبیوں کے آدمی تھے ان کے کوئی اولاد نہیں تھی غالباً انھوں نے شادی ہی نہیں کی تھی انھوں نے محلہ کے ایک غریب لڑکے کو پال لیا تھا وہ لڑکا مسلمان گھرانے کا تھا کیلاٹ صاحب عیسائی تھے لیکن انھوں نے اسے قرآن شریف پڑھانے اور نماز سکھانے کا خاص انتظام کیا تھا۔

شفیق الرحمان صاحب نے ہم لوگوں کو پڑھایا تو بہت کم کبھی کبھی جب ذاکر صاحب نہ ہوتے تو پڑھانے آتے تھے لیکن ان کی شفقت کی یاد اب تک تازہ ہے ہم لوگوں کو جب کوئی کام پڑتا تو وہ ہم لوگوں کی پوری مدد کرتے جامعہ سے چلے آنے کے بعد

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بھی جب کبھی لکھنؤ میں ملتے تو مصافحہ پر اکتفا نہ کرتے بلکہ گلے ضرور لگاتے۔ مجیب صاحب سے کلاس کے علاوہ گھر پر بھی ملنے کا اتفاق ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم نام ہونے کی بنا پر کبھی کبھی ان کے خط میرے پاس آجاتے تھے جب ان کا کوئی خط غلطی سے میرے پاس آجاتا تو میں اسے دینے کے لئے ان کے گھر جاتا وہ بڑی محبت سے ملتے اور شکریہ ادا کرتے۔

ہمارے ہوسٹل کے پاس ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ایک تالاب تھا۔ کیلاٹ صاحب ہم لوگوں کو تیرنا سکھانے کے لئے وہاں لے جاتے تھے کبھی کبھی ہم لوگ خود وہاں نہانے چلے جاتے اس تالاب کا پانی بہت صاف اور ٹھنڈا تھا۔ اسی جگہ ایک پرانی عمارت تھی ہم لوگ اسے دیکھنے گئے جب دیکھ کر لوٹے تو اسی جگہ گھاس چھیلنے والے گھسیارے سے پوچھا اس عمارت کو کیا کہتے ہیں گھسیارے نے کہا بھولی بھٹیاری، مگر یہ نام ہماری سمجھ میں نہیں آیا دوسرے دن جب ہم لوگ مجیب صاحب کے کلاس میں گئے تو ہم لوگوں نے ان سے کہا کہ تالاب کے پاس جو پرانی عمارت ہے اس کا نام ایک گھسیارے نے بھولی بھٹیاری بتایا ہے یہ سن کر وہ بڑی زور سے ہنسے اور انھوں نے بتایا کہ بوعلی بختیاری کی یہ بگڑی ہوئی شکل ہے۔

اس زمانے میں ہاں کے کیپٹن حیدرآباد کے ایک حسین صاحب تھے ہاکی کے کھلاڑیوں میں ذاکر صاحب کے بھتیجے مسعود حسن خاں صاحب بھی تھے ایک مرتبہ ہم لوگ میچ کھیلنے گئے وہاں سے لوٹے تو مغرب کا وقت آگیا۔ میں قریب کی ایک اجاڑ سی مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نماز ہو چکی تھی اور اس وقت مسجد میں صرف ایک صاحب بیٹھے وظیفہ پڑھ رہے تھے جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ وہی صاحب کھسکتے ہوئے میرے قریب آرہے ہیں پاس آکر انھوں نے میرے پائجامے کی مہری اوپر چڑھانی شروع کی
میں مسنخنے ہی والا تھا کہ مجھے خیال آگیا کہ مولانا ٹخنوں کے نیچے مہری اوپر چڑھانے کا فرض ادا کر رہے ہیں۔

ہاکی کھیلنے والوں میں ڈاکٹر عابد حسین صاحب کے رشتے سے بھائی بھی تھے جن کا نام یاد نہیں رہا لیکن ان کی عرفیت میرن تھی ہم لوگ ان کو میرن صاحب ہی کہتے تھے وہ کافی عرصے کے بعد ہمدرد دواخانے کے حکیم کی حیثیت سے لکھنؤ آئے۔ لکھنؤ کے قیام میں ان کا ہمارے یہاں کافی آنا جانا رہا وہ بڑے مخلص، صاف دل اور محبت کرنے والے آدمی تھے وہ کھلے دل سے ملتے تھے اور تکلفات سے بالکل بری تھے ان کا ادبی ذوق اچھا خاصا تھا کچھ شاعری بھی کرتے تھے ہمارے یہاں سے ان کے بالکل گھریلو تعلقات ہو گئے تھے جب ان کا تبادلہ یہاں سے مراد آباد ہو گیا تو وہاں میری بڑی لڑکی عطیہ کے یہاں ان کا آنا جانا رہا عطیہ کے شوہر اظہر حسین مسوانی مراد آباد مسلم کالج کے پرنسپل ہیں اور عطیہ بھی مسلم گرلس کالج میں ٹیچر ہیں جب تک وہ مراد آباد میں رہے ان کی خیریت معلوم ہوتی رہی مراد آباد سے چلے جانے کے بعد ان کا کوئی حال نہیں معلوم ہوا تھوڑے دن ہوئے میرے داماد کا خط مراد آباد سے آیا جس سے معلوم ہوا کہ بھائی میرن صاحب کا انتقال ہو گیا جس کا بڑا افسوس ہوا اللہ انھیں غریق رحمت کرے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دہلی کی آب و ہوا مجھے راس نہ آئی۔ اس زمانے میں قرول باغ میں ہم رہتے تھے وہاں میں ملیریا میں مبتلا ہو گیا اور گھر چلا آیا۔ دوسرے سال پھر جامعہ جانے کے بعد بیمار پڑ گیا اور گھر آنا پڑا تب گھر والوں نے دہلی جانے سے روک دیا۔ اس طرح جامعہ ملیہ میں میرا قیام بہت کم رہا رئیس احمد جعفری اور عبدالسلام قدوائی وہیں رہے اس کے بعد رئیس صاحب بمبئی کے روزنامہ خلافت میں چلے گئے کچھ دنوں بعد عبدالسلام صاحب بھی خلافت میں کام کرنے لگے رئیس صاحب تو خلافت ہی میں رہے لیکن عبدالسلام صاحب لکھنؤ واپس آ گئے۔

ہم لوگ جب تک دہلی میں رہے لکھنؤ کی یاد ہمیں ہر وقت ستاتی رہی ہم چھٹیوں کے لئے دن گنتے رہتے کہ چھٹیاں ہوں اور ہم لوگ لکھنؤ پہونچ جائیں جب دہلی سے لکھنؤ کے لئے ریل پر سوار ہوتے تو کانپور اسٹیشن آنے کا انتظار کرتے رہتے کیونکہ وہاں پہونچنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے لکھنؤ ہمیں دور سے دکھائی دیتا ہے۔ لکھنؤ پہونچنے پر ندوہ جانا ہم لوگوں کا پہلا کام ہوتا۔

بارہ بنکی میں قیام

جامعہ سے گھر واپس آنے کے بعد گھر والوں کی رائے ہوئی اب یہیں کسی اسکول میں داخلہ دے کر باقاعدہ پڑھا جائے۔ جامعہ میں رہنے سے انگریزی ایسی ہو گئی تھی کہ ہائی اسکول میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کوئی دقت نہ ہوتی لیکن ریاضی ہی تیاری کرنی تھی۔ اس زمانے میں ہماری منجھلی بہن فاطمہ بجیا کے شوہر رئیس احمد خاں عرف اچھن میاں بارہ بنکی میں دھنو کھڑ تالاب کے پاس ایک محلے میں رہتے تھے ہماری بہن عام طور پر اپنے میکے سنبھالی ہی میں رہتی تھیں۔ مکان کرائے کا تھا کوئی بڑا نہیں تھا نیچے والا حصہ کچھ بند بند تھا نہ تازہ ہوا آتی تھی نہ دھوپ اوپر کا حصہ کھلا تھا اور رہنے کے قابل تھا دو کمرے تھے صحن تھا باورچی خانہ، غسل خانہ سب کچھ تھا اوپر چھت پر جانے کے لئے زینہ تھا۔ گرمیوں میں رات کو ہم لوگ اوپر چھت ہی پر لیٹتے تھے۔ کھانا پکانے پڑوس کی ایک عورت آتی تھی۔ ہمارے بہنوئی دن میں کچہری چلے جاتے تھے۔ کافی سکون رہتا تھا پڑھنے کا موقعہ ملتا تھا۔ ریاضی کی تیاری کے لئے ایک ماسٹر صاحب جو گورنمنٹ اسکول بارہ بنکی میں پڑھاتے تھے پانچ بجے آتے تھے پنڈت آدمی تھے پیاز لہسن سے پرہیز کرتے تھے مجھے یاد ہے جب نوکرانی گوشت بگھارتی تھی تو وہ رومال سے ناک بند کر لیتے تھے بڑے نیک اور اپنی ڈیوٹی کے پابند تھے بہت کم ناغہ کرتے تھے اور محنت سے پڑھاتے تھے۔

دوپہر کو جب سب لوگ چلے جاتے تھے اور میں میز کے سامنے کرسی پر بیٹھ کر پڑھتا تھا تو ایک دن میں نے محسوس کیا سامنے والے گھر کی کھڑکی سے کوئی صاحبہ جھانکتی ہیں مگر جب میں ادھر دیکھنے لگتا ہوں تو وہ ہٹ جاتی ہیں ان کی اس اٹھا بیٹھی سے مجھے بھی دلچسپی پیدا ہوئی مگر ایک مرتبہ اتوار کے دن ہمارے بہنوئی نے یہ اٹھا بیٹھی دیکھ لی یہ صاحبزادی ان کے جانے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

والے کی لڑکی تھیں شاید انھوں نے شکایت کردی اور ان کی تاک جھانک ختم ہو گئی۔

وہاں ایک بہت دلچسپ تجربہ ہوا۔ ہمارے ایک دور کے عزیز قریب کے گاؤں میں رہتے تھے بارہ بنکی آتے تو ہمارے بہنوئی کے یہاں ٹھہرتے ادھیڑ عمر کے لمبے چوڑے خوبصورت آدمی تھے گرمیوں میں ہمیں تنزیب کا صاف شفاف کرتا اور کناری دار عمدہ قسم کی دھوتی باندھتے تھے وہ پیتے پلاتے بھی تھے موج میں آکر فارسی کے اشعار پڑھتے اور مجھے ان کا مطلب بتاتے ایک مرتبہ دوپہر کو وہ آئے ان کے ساتھ ان کی ایک محبوبہ بھی تشریف لائیں مگر وہ میرے کمرے کی طرف نہیں آئیں بلکہ سامنے والے برآمدے میں کرسی پر بیٹھ گئیں ہمارے وہ عزیز اپنے ساتھ شراب کی بوتل، مٹھائی اور کباب بھی لائے تھے انھوں نے سب چیزیں میز پر لگائیں اور مجھ سے پکار کر کہا آؤ بھیا مجیب مٹھائی تو تم کھا ہی سکتے ہو ان کی محبوبہ نے اشارے سے ان کو منع بھی کیا وہ اصرار کرتے رہے اس پر ان کی محبوبہ نے ایک پلیٹ میں مٹھائی اور کباب رکھ کر ان سے کہا جاکر دے آئیے بھیا پڑھ رہے ہیں ان کو کیوں بلاتے ہیں اس طرح میری جان چھوٹی۔ بارہ بنکی میں علی اصغر بھائی، سخاوت صاحب، حامد صاحب میں بڑی دوستی تھی اب ان میں سے صرف سخاوت صاحب رہ گئے ہیں اور لوگوں کا انتقال ہو گیا ہے علی اصغر بھائی سہالی میں ہمارے منجھلے بھائی کے ساتھ بہت دنوں تک رہے ان میں بعد کو بڑی تبدیلی ہو گئی نماز روزے کے بڑے پابند ہو گئے داڑھی بھی رکھ لی ان کی کپڑے کی دکان گھنٹہ گھر کے پاس تھی اور ان

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کی ایمانداری کی وجہ سے اچھی خاصی چلتی تھی مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

ابھی کچھ دن ہوئے بارہ بنکی جانا ہوا جب دھنو کھر تالاب پر پہونچا تو گھر یاد آیا اور بے اختیار قدم اس طرف بڑھنے لگے مگر اس لمبے عرصے میں وہاں کی دنیا بدل چکی تھی بڑی مشکل سے وہ گھر ملا۔ اس پرانے مکان کی جگہ نیا مکان بن گیا تھا۔ سامنے والے مکان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی مگر وہ کھڑکی بند تھی جس سے وہ صاحبزادی جھانکا کرتی تھیں۔

بارہ بنکی میں ریاضی کی تیاری کے بعد جولائی میں نویں درجے میں داخلے کا سوال پیدا ہوا۔ عام طور پر اسکولوں میں نویں درجے میں داخلہ مشکل سے کرتے ہیں۔ ہمارے گاؤں سہالی کے ہمارے ایک عزیز فیضو بھائی کانپور میں ملازم تھے ان کے بھتیجے اعجاز گرمیوں کی چھٹی میں سہالی آئے وہ کانپور میں فیضو بھائی کے ساتھ رہتے تھے اور وہیں کالج میں پڑھتے تھے وہ اچھے طالب علم تھے انھوں نے ہائی اسکول فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا تھا انھوں نے کہا اگر تم کانپور میں پڑھنا چاہو تو میں وہاں حلیم مسلم کالج چمن گنج میں تمہارا داخلہ کرا سکتا ہوں وہ حلیم مسلم کالج میں نہیں پڑھتے تھے لیکن وہاں ان کے تعلقات تھے میں تیار ہو گیا اور جب اسکول کالج کھلے تو میں کانپور پہونچ گیا انھوں نے حسب وعدہ حلیم کالج میں میرا داخلہ کرا دیا ہاں اس جگہ یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ داخلے کے وقت اعجاز صاحب نے میری جو عمر لکھائی وہ میری اصلی عمر سے چھ سال کم تھی انھوں نے میری تاریخ پیدائش ۱۶ فروری ۱۹۱۶ء لکھوائی۔ انھوں نے رہنے اور کھانے کا مسئلہ بھی حل کر دیا حلیم کالج میں اصطفےٰ علی صاحب

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ٹیچر تھے وہ کاکوری کے رہنے والے تھے اور چمن گنج میں حلیم کالج کے پاس ہی اپنے بال بچوں کے ساتھ ایک بڑے سے مکان میں رہتے تھے اوپر کے حصے میں وہ رہتے تھے نیچے کے حصے میں ان کے ایک عزیز جو نویں درجے میں تھے رہتے تھے انہی کے ساتھ میرے رہنے کا انتظام کر دیا گیا۔ وہ صاحبزادے جو میرے ساتھ رہتے تھے ان کا نام مجھے یاد نہیں رہا ہم لوگ۔ غالباً نور میاں نو میاں کہتے تھے وہ کچھ دن حیدرآباد میں رہے تھے۔ اصطفےٰ علی صاحب کے ساتھ ان کی بیوی کا بھائی رفیع بھی رہتا تھا وہ ہم لوگوں سے چھوٹا تھا وہ ہرگاؤں ضلع سیتاپور کے قاضی پٹھن صاحب کا بیٹا تھا۔ وہ بڑا پیارا اور محبت کرنے والا لڑکا تھا اور بڑا ہنس مکھ تھا وہ مجھے بڑے بھائی کی طرح مانتا تھا مگر وہ زیادہ دن ہم لوگوں کا ساتھ نہ دے سکا اور کم عمری میں انتقال کر گیا جس کا ہم لوگوں کو بڑا افسوس ہوا۔

جہاں تک اصطفےٰ علی صاحب کا تعلق ہے وہ آدمی نہیں فرشتہ تھے کافی قابل آدمی تھے تاریخ پڑھاتے تھے اس کے علاوہ ان کی انگریزی بھی بہت اچھی تھی ان کی نیکی کا یہ عالم تھا کہ اگر ہم میں سے کوئی نیچے کمرے میں ان کی مسہری پر لیٹ کر سو جاتا تھا تو وہ اسے جگاتے نہیں تھے بلکہ تخت پر لیٹ رہتے تھے دوپہر میں وہ نیچے کے حصے میں لیٹتے تھے کیونکہ نیچے ٹھنڈا رہتا تھا۔ وہ مکان کوٹھی نما تھا سامنے برآمدہ تھا اس کے پیچھے بڑا کمرہ اغل بغل چھوٹے کمرے تھے برآمدے کے آگے صحن تھا۔ اور چہار دیواری بنی تھی سامنے والے حصے کے پیچھے اندر صحن کمرہ برآمدہ باورچی خانہ اور غسلخانہ وغیرہ تھا اندر آنے کا راستہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بغل میں تھا۔ ہم لوگ بڑی فراغت اور آرام سے رہتے تھے۔

کھانا کاکوری کے ایک بوڑھے میاں جن کا نام غالباً منے خاں تھا پکاتے تھے اور بہت اچھا پکاتے تھے خصوصیت کے ساتھ دھنوئی کی دال۔ مگر مزاج کے چڑچڑے تھے ذراسی بات پر خفا ہو جاتے ان سے ہم ہی لوگ نہیں اصطفےٰ علی صاحب بھی ڈرتے تھے یا لحاظ کرتے تھے مگر کاکوری کے ایک یونس بھائی تھے ان سے ان کی نہیں پٹتی تھی اور منے خاں ان سے خوش نہیں رہتے تھے اتنا عرصہ گذر گیا ہے اکثر لوگ اللہ کے پیارے ہو چکے ہیں لیکن یاد باقی ہے جب کبھی کانپور جانا ہوتا ہے تو وہ مکان دیکھنے کے لئے دل تڑپ اٹھتا ہے۔

جب میں کانپور میں اصطفےٰ علی صاحب کے ساتھ رہتا تھا اس وقت میرے ساتھ نور میاں کے علاوہ کاکوری کا ایک لڑکا اشہر بھی تھا وہ اصطفےٰ علی صاحب کا عزیز تھا وہ پڑھنے لکھنے کا بڑا شوقین تھا۔ مزاج کا بھی نیک تھا اس کی صورت اس وقت بھی نظروں کے سامنے ہے چھوٹا ساقد، گیہواں رنگ بڑی بڑی آنکھیں چوڑی پیشانی ہنستا ہوا چہرہ۔

ہمارے ساتھ یونس بھائی بھی رہتے تھے اور سندیلہ کے ایک ارتضیٰ علی صاحب بھی رجسٹراری کی ٹریننگ کے سلسلے میں کچھ دن ہم لوگوں کے ساتھ رہے تھے۔ اشہر معلوم نہیں کیونکہ یونس بھائی سے کچھ کھنچا کھنچا سا رہتا تھا۔ منے خاں سے بھی اس کی نہیں بنتی تھی۔ کانپور سے آنے کے بعد اشہر سے ایک مرتبہ لکھنؤ میں اتفاقاً ملاقات ہو گئی تھی اس کے بعد سے پھر کچھ پتا نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کانپور میں ہمارے ایک کلاس فیلو احمد علی صاحب تھے۔ کلاس میں میرے بہت کم لڑکوں سے تعلقات تھے صرف احمد علی سے دوستی تھی ان کا مکان محمد علی پارک کے سامنے تھا میں ان کے یہاں جایا کرتا تھا۔ ان کا ایک چھوٹا بھائی بھی تھا جس کا نام یاد نہیں احمد علی صاحب بڑے سیدھے آدمی تھے ان کی صحت اچھی نہیں تھی ان کے چہرے پر سرخی کے بجائے زردی سی تھی۔ پڑھنے کے بعد جب کانپور جانا ہوا تو پتہ چلا کہ ان کا انتقال ہو گیا اللہ ان کو جنت نصیب کرے۔

اس زمانے میں حلیم مسلم کالج میں علی گڑھ کے پڑھے کئی نوجوان لیکچرر آ گئے تھے ان میں ایک فخر الحسن صاحب بھی تھے جو بعد کو منصف ہو گئے تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی ضیاء الحسن ہم لوگوں کے ساتھ پڑھتے تھے بڑے ذہین اور اچھے آدمی تھے۔ میری منجھلی بہن فاطمہ بجیا کو دق کا مرض ہو گیا تھا اس زمانے میں یہ مرض لا علاج سمجھا جاتا تھا جب میں کانپور جانے لگا تو دوبارہ دری میں چارپائی پر لیٹی تھیں سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھیں جب میں جھک کر ان سے گلے ملا تو ان کے سینے میں ہڈی کے علاوہ گوشت کا نام نہیں تھا ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میں اپنے آنسو پونچھتا گھر سے رخصت ہوا کچھ ہی دن بعد حلیم کالج میں ان کے انتقال کا تار آیا حبیب صاحب نے مجھے تار نہیں دکھایا اور بتایا کہ تمہاری بہن کی حالت اچھی نہیں ہے تم فوراً گھر چلے جاؤ۔ اور انھوں نے مجھے اسی وقت چھٹی دلا دی اس زمانے میں کالج کے پرنسپل ایک پنجابی صاحب تھے جو ڈسپلن

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کا بڑا خیال رکھتے تھے لیکن ان میں انسانیت کی بڑی کمی تھی۔

میں دو سال وہاں رہا۔ حساب میں بہت کمزور تھا میں اس کی کمی پوری کرنے ریاضی کے ایک ٹیچر کے یہاں ٹیوشن پڑھنے جاتا تھا مگر اس کے باوجود ہائی اسکول میں ریاضی میں کچھ نمبروں سے فیل ہو گیا۔

ابھی حال ہی میں ایک برات میں کانپور جانا ہوا۔ اتوار کا دن تھا وہاں حلیم کالج کے ڈگری سکشن کی عمارت میں برات ٹھہری تھی پرانی عمارت جسمیں ہم لوگ پڑھتے تھے دیکھنے کو دل چاہا۔ وہاں بھی گیا لیکن اس عرصے میں اتنی تبدیلی ہو گئی کہ نقشہ ہی بدل گیا۔ اس موقعہ پر نیفو بھائی کے صاحبزادے غلام محی الدین جنھیں ہم لوگ چھدن کہتے تھے ان سے بھی ملاقات ہو گئی وہ بڑے خلوص سے ملے اور گھر چلنے پر اصرار کیا لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے نہ جا سکا ان سے مل کر بڑی خوشی ہوئی وہ ماشا اللہ بڑی اچھی حالت میں ہیں خدا انھیں اور ترقی دے۔

فیل ہونے کے بعد امیر الدولہ اسلامیہ کالج لکھنؤ میں داخلہ کرا لیا وہاں بھائی نسیم (دانش محل والے) میرے ساتھ تھے میں انہی کے ساتھ نئے گاؤں میں بہاؤ الدین صاحب کے مکان میں رہنے لگا۔ ان کے مکان سے ملا ہوا حامد علی ندوی کا مکان تھا۔ بہاءالدین صاحب قصبہ بجنور ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور بہت نیک آدمی تھے۔ ان کی انگریزی قابلیت بڑی اچھی تھی ان سے ہمیں بڑی مدد ملتی تھی ان کی صحت اچھی نہیں تھی اسی لئے شاید انھوں نے شادی نہیں کی تھی ان کے ساتھ ان کی بھاوج، دو چھوٹے بھتیجے اور ایک بھتیجی رہتی تھی۔ ہمیں ابھی تک یاد ہے کہ صبح کے وقت اس گلی سے ایک فقیر یہ کہتا گذرتا تھا کوئی کا ہے ہیں مگن کوئی کا ہے میں مگن اور

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جب وہ ہم لوگوں کو پڑھتے دیکھتا تو وہ یہ اضافہ کر دیتا کہ کوئی پڑھن لکھن میں گن کوئی کا ہے بس گن کوئی کا ہے میں مگن۔

حامد علی ندوی بڑی خوبیوں کے آدمی تھے انھوں نے اردو کا ایک ماہنامہ "خضر راہ" بھی نکالا تھا اس کے بعد ندوہ میں چائے کا ہوٹل بھی کھولا تھا ندوہ میں وہ پہلا ہوٹل تھا اس سے پہلے وہاں کوئی ہوٹل نہیں تھا یہ ہوٹل مسجد کے پاس ایک چھوٹی سی عارضی عمارت میں تھا میں جب لہر بور بستی میں پڑھتا تھا تو میں ندوہ ہی میں نجم الدین قدوائی اور عبدالسلام قدوائی کے ساتھ رہتا تھا حامد صاحب سے متعلق عجیب و غریب قصے مشہور تھے لوگ سمجھتے تھے کہ ان پر جناتوں کا سایہ ہے وہ رات کو سوتے میں اٹھتے اور دروازے کھول کر باہر نکل جاتے صبح کبھی ٹیلے والی مسجد یا شاہ مینا صاحب میں پائے جاتے مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ کابوس کے مرض میں مبتلا تھے اور اسی میں وہ یہ حرکتیں کرتے تھے بعد میں اس مرض میں کمی ہو گئی تھی ندوہ میں جب ہوٹل کر رہے تھے تب کوئی اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ دوپہر کے وقت ہم لوگ جہاں نہانے میں فرش پر لیٹا کرتے تھے میں ایک دن بے خبر سو رہا تھا حامد صاحب اٹھے اور اٹھ کر انھوں نے میرے اوپر میز رکھی پھر بہت سا سامان اس پر رکھا اس کے اور ہوٹل چلے گئے میں جب جاگا تو میں نے اپنے کو اس حال میں پایا میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یا اللہ یہ مصیبت میرے اوپر کیسے اور کیوں نازل ہوئی ابھی میں اس مصیبت سے اپنے کو نجات دلانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ حامد صاحب مسکراتے ہوئے آئے اور کہا تم زحمت نہ کرو میں ہٹائے دیتا ہوں۔ میں نے سوچا دروازے کھلے ہیں اور تم بے خبر سو رہے ہو کہیں کوئی سامان نہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اٹھا نہ لے جائے اس لئے تمہارے اوپر رکھ دیا تھا اس طرح سامان بھی محفوظ ہو گیا اور تم بھی اتنے میں نجم الدین آ گئے اور مجھے اس حال میں دیکھ کر سب لوگ خوب ہنسے بعد میں حامد صاحب پاکستان چلے گئے اور ہم لوگ ان کی دلچسپ باتوں سے محروم ہو گئے۔ نئے گاؤں میں ہم لوگوں کے آنے سے پہلے نسیم کے بڑے بھائی رشید صاحب رہتے تھے وہ بڑے جفاکش، محنتی اور سلف میڈ آدمی تھے انھوں نے ٹیوشن کر کے خود پڑھا اپنے بھائی نسیم کو پڑھایا اور تکمیل الطب کالج سے طب کی سند لے کر پاکستان چلے گئے۔ اب وہ وہاں ایک کامیاب حکیم ہیں۔

اسلامیہ کالج لکھنؤ میں اس وقت پرنسپل عبدالحی صاحب تھے وہ ہم لوگوں کو انگریزی پڑھاتے تھے اور بڑے اچھے ڈھنگ سے پڑھاتے تھے وہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ نصیحت بھی کیا کرتے تھے ہم لوگ شرارت میں انھیں ناصح ناداں کہا کرتے تھے۔ وہ بڑے محنتی اور مستعد آدمی تھے۔ وہاں ہمارے ساتھ بھائی نسیم دانش محل والے پڑھتے تھے ان کے بڑے بھائی رشید احمد ندوی سے ندوہ سے ہی تعلقات تھے اسی بنا پر میں انہی کے ساتھ نئے گاؤں میں رہتا تھا نسیم سے اس وقت سے جو تعلقات ہوئے وہ ابھی تک قائم ہیں وہ ایسے مرنجاں مرنج خوش مزاج اور وضعدار آدمی ہیں کہ ان سے جس کا تعلق ہوا وہ مستحکم ہی ہوتا گیا اسی بنا پر ایک مرتبہ پروفیسر احتشام حسین مرحوم نے کہا تھا کہ دانش محل جائے قرار بھی ہے اور جائے فرار بھی یعنی جب آدمی گھر کے جھمیلوں سے گھبراتا ہے تو بھاگ کر یہاں آتا ہے اور یہاں آ کر اسے قرار ملتا ہے۔ احتشام صاحب نے یونیورسٹی میں مجھے پڑھایا تو نہ تھا لیکن دانش محل میں انھیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان سے مل کر

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میرے اوپر یہ تاثر ہوا کہ احتشام صاحب بات چیت میں اپنی شخصیت کا رعب بالکل نہیں ڈالتے اور یہ محسوس ہی نہیں ہونے دیتے کہ وہ اردو کے ایک مانے ہوئے ادیب اور یونیورسٹی کے پروفیسر سے بات کر رہا ہے میں نے ان سے اپنی پہلی تصنیف "دادی کی بیداو" کا مقدمہ لکھنے کو کہا وہ فوراً تیار ہو گئے اور کسی یاددہانی کے بغیر مقدمہ لکھ کر دیدیا۔

اسلامیہ کالج کے اساتذہ میں سب سے زیادہ مشکور میں احمد حسین صاحب کا ہوں جو نویں اور دسویں درجے میں ریاضی پڑھاتے تھے وہ ریاضی جیسے خشک مضمون کو اس دلچسپ طریقے سے پڑھاتے تھے کہ دل بالکل نہیں گھبراتا تھا انہی کی بدولت میں ہائی اسکول پاس کر سکا ورنہ ریاضی میں میرا پاس ہونا ناممکن تھا۔ مجھے اس سے بالکل لگاؤ نہیں تھا۔

•

جبلی کالج ہائی اسکول پاس کرنے کے بعد میں نے گورمنٹ جبلی انٹر کالج میں داخلہ کرا لیا جبلی کالج میں داخلہ بڑی مشکل سے ہوتا تھا لیکن حسینی صاحب کی سفارش سے میرا داخلہ جبلی کالج میں ہو گیا میرے داخلے میں ہاکی کا کھلاڑی ہونے کی وجہ سے بھی مدد ملی۔ جب میں کالج گیا تو پہلا گھنٹہ اردو کا تھا میں اردو کلاس ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا پہونچا تو دیکھا کہ حامد اللہ افسر صاحب کالی شیروانی اور پتلون پہنے انگریزی میں تقریر کر

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

رہے ہیں ان کی یہ تقریر تعارف کے لئے تھی آپ سے کیا چوری اس کا میرے اوپر کافی رعب پڑا۔ افسر صاحب کافی پڑھے لکھے آدمی تھے انھوں نے بچوں کے لئے ہلکی پھلکی بڑی اچھی نظمیں لکھی ہیں۔ وہ پڑھاتے بھی اچھا تھے امتحان کے زمانے میں ہم لوگ دشواریاں دور کرنے ان کے مکان پر جاتے تھے وہ سالوہن کمپنی کے پیچھے گلی میں رہتے تھے ان کا باہری کمرا بڑا چھوٹا تھا جس میں بیٹھنا مشکل ہوتا تھا لیکن ان کے دل میں بڑی گنجائش تھی۔

ہم لوگوں کو انگریزی خواجہ صاحب پڑھاتے تھے ان کا پورا نام یاد نہیں رہا وہ بہت آسان انگریزی بولتے تھے وہ جو پڑھاتے تھے وہ ذہن نشیں ہوجاتا تھا انگریزی ادب کے علاوہ انھیں اردو ادب سے بھی دلچسپی تھی انھوں نے اردو میں افسانے بھی لکھے ہیں جو تعداد میں تو کم ہیں لیکن ہیں بڑے دلچسپ، میں نے ان کا ایک افسانہ کسی اردو میگزین میں پڑھا تھا اس کا عنوان نیا بھابھی تھا وہ مجھے بہت پسند آیا تھا۔

اس زمانے میں جبلی کالج میں علی عباس حسینی، اختر تلہری بھی تھے حسینی صاحب سے پڑھنے کا تو اتفاق نہیں ہوا لیکن دانش محل کے توسط سے ان سے قریبی تعلق رہا انھوں نے ہماری کتاب پر نیا دور میں بڑا اچھا اور تفصیلی تبصرہ لکھا تھا۔ بڑے خوش مزاج اور ہنس مکھ آدمی تھے۔

تلہری صاحب کا میرا تعلق پورے دو سال تک رہا وہ عربی پڑھاتے تھے اور میں عربی لئے ہوئے تھا مولانا تلہری کی بڑی ٹھوس قابلیت تھی وہ عربی، فارسی اردو تینوں زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ انھوں نے انگریزی زبان بھی اچھی خاصی سیکھ لی تھی۔ تنقید سے خاص

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

طور پر دلچسپی تھی وہ کھری تنقید کرنے اور بعض وقت کڑی بھی جس کی وجہ سے اردو ادب میں بحث و مباحثے کا سلسلہ بھی رہتا تھا۔ انھیں سیاست سے بھی دلچسپی تھی اکنامکس پڑھانے کے بعد سیاسی مسائل پر بھی اظہار خیال کیا کرتے تھے وہ بڑے مشفق استاد تھے میں ندوہ سے عربی پڑھ کر گیا تھا اس لئے وہ مجھ سے بڑے خوش رہتے تھے خواجہ صاحب حسینی صاحب اور ظہیری صاحب میں بڑے گہرے تعلقات تھے انٹرول میں تینوں ایک جگہ بیٹھ کر تبادلہ خیالات کیا کرتے تھے۔

جبلی کالج میں ایک بنگالی ٹیچر تھے ان کا نام یاد نہیں رہا غالباً تاریخ پڑھاتے تھے کچھ دنوں انھوں نے ہم لوگوں کو انگریزی پڑھائی تھی۔ ان کی شخصیت میں بڑی کشش تھی وہ ادھیڑ عمر کے تندرست گورے رنگ کے خوبصورت آدمی تھے ان کے چہرے پر فرنچ کٹ ترشی ہوئی داڑھی بڑی اچھی لگتی تھی۔ ان کو روحانیت سے بڑی دلچسپی تھی وہ صوفیوں کا ذکر کیا کرتے ان کا کہنا تھا کہ کوئی زبان صرف کلاس میں پڑھنے سے نہیں سیکھی جاسکتی جب تک اس کا مطالعہ گھر پر تفصیل کے ساتھ نہ کیا جائے چنانچہ انھوں نے ہم لوگوں کو گھر پر پڑھنے کے لئے کتابوں کی ایک فہرست لکھا دی تھی جن کے پڑھنے سے مجھے بڑا فائدہ پہونچا جبلی کالج سے چلے آنے کے بعد بھی جب کبھی ملتے بڑی محبت سے ملتے انھوں نے شادی نہیں کی تھی اور اپنی بہن کے ساتھ رہتے تھے۔

جبلی کالج میں ہمارے ساتھیوں میں طلحہ قاری راشد اور تقی حسن خاں تھے طلحہ لکھنؤ یونیورسٹی کے پروفیسر سلطان صاحب کے عزیز تھے ان سے میرے گہرے تعلقات تھے وہ حبیب اللہ ہاسٹل کے پاس

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایک مکان میں رہتے تھے میں ان کے یہاں ساتھ پڑھنے جایا کرتا تھا وہ پڑھنے میں تیز ہونے کے ساتھ ساتھ ہاکی کے اچھے کھلاڑی بھی تھے اور ندوہ میں ہم دونوں ہاکی کھیلنے جایا کرتے تھے کیونکہ جبلی کالج کی فیلڈ دور تھی اور وہاں پابندی سے کھیل بھی نہ ہوتا تھا تعلیم کے بعد وہ پاکستان چلے گئے اکسائز کمشنر ہو کر ریٹائر ہوئے۔ ان کے ایک چھوٹے بھائی مظفر بھی ہاکی کے اچھے کھلاڑی تھے پاکستان میں وہ فوج کے کپتان ہو گئے تھے۔ قاری راشد لکھنؤ کے ایک مشہور قاری کے بیٹے تھے جن کا نام نہیں یاد آرہا ہے ——— وہ چوک میں رہتے تھے ہمارا ان کا ساتھ یونیورسٹی میں بھی رہا بعد کو پاکستان چلے گئے۔ تقی حسن خاں ضلع بارہ بنکی تحصیل فتحپور قصبہ بلہرہ کے رہنے والے تھے چونکہ وہ ہمارے جوار کے تھے اس لئے ہماری ان سے بڑی بے تکلفی تھی وہ بھی عربی لئے ہوئے تھے لیکن انھیں عربی بالکل نہیں آتی تھی وہ امتحان میں فیل ہو گئے اور پڑھنا چھوڑ دیا وہ بڑے محبت کرنے والے مخلص آدمی تھے۔

جبلی کالج میں ہمارے ساتھیوں میں عبادت بریلوی بھی تھے۔ ان کا مکان جبلی کالج کے پیچھے تھا۔ پرانا مکان تھا لیکن کافی بڑا مکان تھا جب کبھی ادھر سے گذرتا ہوں تو پرانی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ ہم لوگ اکثر ان کے یہاں جایا کرتے تھے عبادت تھے تو خاں صاحب لیکن ان میں خاں صاحبیت بہت کم پائی جاتی تھی۔ وہ ایک طرح سے بہت شرمیلے آدمی تھے۔ اور ان کی مسکراہٹ میں بچوں جیسی معصومیت تھی۔

جب وہ سرمہ لگا کر آتے تھے تو میں ان کو چھیڑا کرتا تھا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سرمہ شاید وہ اس لیے لگاتے تھے کہ رات کو دیر تک پڑھنے سے آنکھوں پر جو زور پڑتا تھا وہ دور ہو سکے۔ میں عبادت بریلوی محمد حسن قدوائی اور نسیم کبھی کبھی شام کو ہیلی گا در یا گومتی پر ٹہلنے نکل جاتے تھے عبادت پتلی مہری کا پائجامہ اور شیروانی پہنتے تھے مجھے یاد ہے کہ ان کی شیروانی تھوڑی سی اونچی ہوتی تھی۔

ان کی سرمہ لگی آنکھوں کو دیکھ کر میں چھیڑنے کے لیے کہتا تھا :

سرمہ جب تم لگوتی ہو
بجلی دل پر گروتی ہو

تو وہ بجلی گرانے کے بجائے مسکرا کر ہلکا سا مکا۔ میری پیٹھ پر مار دیتے تھے وہ محبت بھرا مکا اب تک یاد ہے وہ جب سے پاکستان گئے شاید صرف ایک مرتبہ ملاقات ہوئی۔ مطلب یہ کہ

ایک بار دیکھا ہے دوبارہ دیکھنے کی ہے ہوس لگا ہوں کو

باقر حسین سے جبلی کالج سے تعلق پیدا ہوا۔ اور یہ تعلق برابر اس وقت تک قائم رہا جب تک وہ پاکستان نہیں چلے گئے۔ وہ بڑے مخلص اور محبت والے آدمی تھے لیکن ذرا زود رنج تھے جبلی کالج کے بعد جب ہم لوگ لکھنؤ یونیورسٹی پہونچے۔ تو ہم لوگ خالی گھنٹوں میں بھائی خورشید کے کمرے میں اکٹھا ہوتے تھے۔ بھائی خورشید بھی جبلی کالج میں ہم لوگوں کے ساتھ تھے اور یونیورسٹی میں کیننگ کالج ہوسٹل میں رہتے تھے میں ندوہ میں رہتا تھا۔ باقر اکثر مکان سے ہمارے ساتھ ندوہ چلے آتے تھے ندوہ میں نجم الدین قدوائی سے ان کے کافی تعلقات ہو گئے تھے امتحان کے زمانے میں وہ وزیر گنج سے جہاں وہ اپنے گھر والوں کے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ساتھ رہتے تھے ۔ رات میں ساتھ پڑھنے کے لئے ندوہ چلے آتے تھے ۔ اور کسی کسی دن رات کو بھی یہیں رہ جاتے تھے ۔

ہم لوگوں کے ساتھ سلوں شریف کے محمد حسین مرحوم بھی ہم لوگوں کے ساتھ یونیورسٹی میں تھے اور ندوہ میں اپنے ایک عزیز کے ساتھ رہتے تھے وہ داڑھی رکھاتے تھے اور کافی پان کھاتے تھے ۔ ہم لوگ ان کے سامنے نہیں بلکہ پیٹھ پیچھے ان کو گھگھا کہا کرتے تھے وہ بھی ہم لوگوں کے ساتھ کبھی کبھی امتحان کی تیاری کے سلسلے میں آتے تھے جب باقر کے گھر والے ردولی چلے گئے تو میں اور باقر ڈالی گنج میں ایک صاحب کے مکان کے ایک حصے میں کرائے پر رہنے لگے ۔

باقر میں ہمدردی کا بڑا جذبہ تھا ۔ ڈالی گنج میں ہم اپنے کمرے میں بیٹھے تھے کہ ایک لڑکا آیا اور اشاروں سے اپنی حالت زار بتانے اور پیسے مانگنے لگا ۔ میں نے تاڑ لیا کہ یہ گونگا نہیں ہے ۔ بلکہ بنا ہوا ہے ۔ باقر نے اسے پیسے دیئے ۔ جب وہ پیسے لے کر لوٹنے لگا تو میں نے کہا بھیا تم گونگے نہیں بلکہ بنے ہوئے ہو اگر تم اپنی زبان سے پیسے مانگو تو میں تمہیں پانچ روپئے دوں گا وہ مسکرایا اور پیسے مانگے ۔ میں نے وعدے کے مطابق اسے پیسے دیدئے اور وہ مسکراتا چلا گیا ۔

بی ، اے پاس کرنے کے بعد کچھ دنوں کے لئے باقر گھر چلے گئے میں نے بی ، اے کے بعد ایل ، ایل بی بھی کیا اس کے بعد تلاش روزگار کے سلسلے میں باقر لکھنؤ آئے اس زمانے میں تمام بے روزگار پڑھے لکھے لوگوں کی کھپت ایم ، ٹی ، سی آر میں ہو رہی تھی ۔ میں باقر ، طلحہ اور نہیں معلوم کتنے جاننے والے اس میں لگے ہوئے تھے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

یہ دفتر شہر سے کافی دور تھا۔ مجھے یاد ہے کہ بیچارے باقر میری ٹوٹی پھوٹی سائیکل پر مجھے پیچھے بیٹھا کر دفتر لے جاتے اور لے آتے تھے وہ اس زمانے میں بھائی نسیم (دالش محل والے) کے یہاں رہتے تھے۔ اس کے بعد جب قومی آواز نکلا! اور محمد حسن قدوائی کے ساتھ میں بھی وہاں کام کرنے لگا تو میں نے باقر کو لکھا کہ یہاں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر سکیں اس لئے تم چلے آؤ۔ اس طرح وہ قومی آواز میں کام کرنے لگے پھر آزادی ملی ملک کا بٹوارہ ہوا۔ اور بھائی باقر بھی پاکستان چلے گئے۔

ان کے بڑے بھائی مہدی حسین صاحب بھی میرے ساتھ جبلی کالج میں تھے میں ایک سال قبل ہو گیا تھا اس لئے میرا باقر کا ساتھ ہو گیا بھائی مہدی حسین صاحب بڑے ہنس مکھ اور اور ملنسار تھے میرا ان کا زیادہ ساتھ نہیں رہا۔ لیکن جب کبھی ملتے ہیں بڑی محبت سے ملتے ہیں وہ فوج میں میجر جنرل ہو گئے تھے اب رٹائر ہو کر الہ آباد میں رہ رہے ہیں۔

باقر کے والد ہمارے وطن سہالی سے قریب پرانے قصبے کنتور کے رہنے والے تھے لیکن وہ ردولی ہی میں رہنے لگے تھے اور کنتور سے بہت کم تعلق رہ گیا تھا۔ وہ تھانے دار تھے لیکن جب ملتے تھے تو بڑی شفقت سے ملتے تھے ہمارے اور باقر کے بالکل گھریلو تعلقات ہو گئے تھے کچھ دنوں تک ہم اور باقر نعمت اللہ بلڈنگ والے مکان میں ساتھ رہے تھے اس عرصے میں باقر کے والد بھائی مہدی حسین اور بہنوئی زیبا ردولوی سب آیا جایا کرتے تھے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جبلی کالج کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ کرایا۔ میرے بھائیوں کا اصرار تھا کہ میں وکالت پڑھوں اس لیے میں نے یونیورسٹی میں عربی چھوڑ دی اور اس کی جگہ سیاست لے لی تاکہ وکالت پڑھنے میں اس سے مدد ملے یونیورسٹی میں عربی کے کلاس میں بہت کم لڑکے تھے ہمارے ساتھی قاری راشد نے عربی لی تھی اس وقت عربی ڈپارٹمنٹ کے ہیڈ ڈاکٹر وحید مرزا تھے انھوں نے قاری راشد کے ذریعہ کہلایا کہ میں عربی لے لوں کیوں کہ عربی میں صرف ایک طالب علم یعنی قاری راشد تھے میں نے ان کے کہنے سے سیاست چھوڑ کر عربی لے لی وحید مرزا صاحب بڑے نیک اور سیدھے آدمی تھے انھوں نے فارسی میں ڈاکٹریٹ کیا تھا لیکن عربی میں بھی اچھی خاصی اہلیت رکھتے تھے وہ بڑے ہمدرد استادوں میں تھے انھوں نے میری ہر قسم کی مدد کی وہ اسگریٹ کے اتنے عادی تھے کہ ایک سگریٹ ختم ہوتے ہی دوسرا سگریٹ اسی سے جلا لیتے تھے خوبصورت خوش مزاج، خوش پوشاک آدمی تھے پائریا کی وجہ سے انھوں نے سب دانت نکلوا دیئے تھے مگر مصنوعی دانت نہیں لگوائے تھے ایک دن میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب آپ دانت کیوں نہیں لگواتے بولے منہ میں مصنوعی دانت سے مجھے بڑی الجھن ہوتی ہے اس لیے میں نے دانت نہیں لگوائے مگر دانت نہ لگوانے سے ان کا منہ پوپلا ہو گیا تھا نشاط گنج میں مسجد کے پاس ان کی بڑی سی ذاتی کوٹھی تھی کافی ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے تھے ہم لوگ جب ان کے یہاں جاتے تو بڑی خاطر کرتے۔

ڈاکٹر سلیم صاحب بھی ہم لوگوں کو عربی پڑھاتے تھے لیکن انھیں سیاست سے زیادہ دلچسپی تھی یونیورسٹی کی سیاست میں بھی انھیں کافی اہمیت حاصل

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تھی وہ اپنی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے بہت مشغول رہتے تھے۔ اس لئے پڑھائی کم ہو پاتی تھی لیکن ان کے اثرات سے ہم لوگوں کے بہت سے کام بن جاتے تھے۔

اس عرصے میں مولانا عبدالسلام قدوائی اور نجم الدین قدوائی ندوہ میں ملازم ہو گئے اور ندوہ کی عمارت میں پورٹیکو پر بنے کمرے میں رہنے لگے میں نے جب لکھنؤ یونیورسٹی میں داخلہ کرایا تو رہنے اور کھانے کا سوال پیدا ہوا میری شادی ہو چکی تھی میرے حالات ایسے نہ تھے کہ میں یونیورسٹی کے کسی ہوسٹل میں قیام کے اخراجات برداشت کرتا عبدالسلام صاحب اور نجم الدین چاہتے تھے کہ میں ان کے ساتھ رہوں لیکن باہر کا کوئی آدمی ندوہ میں وہاں کے مہتمم کی اجازت کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اس وقت مہتمم مولانا حیدر حسین صاحب تھے عبدالسلام صاحب نے کہا کہ تم ان سے جاکر ملو مجھے امید ہے کہ وہ تم کو ہم لوگوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دیدیں گے میں مولانا سے ملا بڑی شفقت سے پیش آئے اور کہا میاں تم خوشی سے رہو۔

ندوہ میں رہنے سے مجھے بڑی آسانی ہو گئی یونیورسٹی بالکل قریب تھی گھنٹے کی آواز تک یہاں سنائی دیتی تھی دو ایک گھنٹے اگر درمیاں میں خالی ہوتے تو میں ندوہ واپس آیا کرتا تھا اور پھر چلا جاتا تھا۔ علی جواد زیدی کے رشتے کے بھائی خورشید میرے کلاس فیلو تھے اور کیننگ کالج ہوسٹل میں رہتے تھے جو ندوہ سے بالکل ملا ہوا تھا ہم لوگ ان کے کمرے میں بیٹھ کر ساتھ پڑھتے تھے جہاں پڑھائی کم اور گپیں زیادہ ہوتی تھیں۔ وقار عظیم کے سب سے چھوٹے بھائی معراج عظیم مرحوم میرے ساتھ پڑھتے تھے وہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بڑے شرمیلے، مخلص اور محبت کرنے والے آدمی تھے۔ ان کا چہرہ اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے چھوٹا سا قد، سانولا رنگ چمکدار نٹھلولی آنکھیں بڑے ذہین، پڑھنے لکھنے کے شوقین، خاموش مگر ان کا دل جذبات سے لبریز تھا۔ ان کی یاد اب تک دل میں کسک پیدا کر دیتی ہے لکھنؤ میں وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ حسین گنج جانے والی سڑک پر دائیں ہاتھ پر بنی سرخ عمارت میں اوپر کی منزل میں رہتے تھے میں ان کے یہاں اور وہ میرے یہاں آیا جایا کرتے تھے کبھی کبھی ندوہ میں پورٹیکو پر ہمارے ساتھ رات میں وہ بھی آجاتے تھے ہلکی گرمی میں پورٹیکو پر چاندنی رات میں بڑا اچھا لگتا تھا وہاں سے دریائے گومتی کی لہریں چھتر منزل کی خوبصورت عمارت سے ٹکراتی دکھائی دیتی تھیں۔ تھوڑی دور پر بیلی گارد کی پرانی عمارت شاہان اودھ کے عروج و زوال کی کہانی سناتی معلوم ہوتی تھی۔ معراج کا دل دکھا ہوا تھا شاید انھیں کسی لڑکی سے محبت تھی مگر کچھ پیچیدگیوں کی وجہ سے شادی نہیں ہوسکتی تھی کچھ دنوں بعد وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ پاکستان چلے گئے اور وہیں انتقال ہوگیا۔ امتحان کے زمانے میں ساتھ پڑھنے کے لئے محمد حسن قدوائی جن کا ہمارا ساتھ جبلی کالج سے تھا ہمارے یہاں آجاتے تھے لیکن وہ ہمیشہ سے لیٹ لطیف رہے ہیں اس لئے جب وہ یہاں پہونچتے تھے تو ہم لوگ سونے کی تیاری کر رہے ہوتے تھے۔ اس زمانے تک ندوہ میں بجلی نہیں آئی تھی ہم لوگ لالٹین جلا کر پڑھتے تھے محمد حسن رات کو دیر میں سونے اور صبح دیر میں اٹھنے کے عادی تھے اس لئے وہ رات کو دیر تک پڑھا کرتے تھے اور ہم لوگ سو جاتے تھے،

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں ہمارے ساتھ باقر حسین بھی تھے کبھی کبھی وہ بھی پڑھنے کے لئے ہمارے یہاں آجاتے تھے اس کے بعد ہمارا ان کا ساتھ اس وقت تک رہا جب تک وہ پاکستان نہیں چلے گئے۔

جب میں ندوہ میں عبدالسلام صاحب اور نجم الدین کے ساتھ بورڈنگ والے کمرے میں رہتا تھا تو بہار کے رہنے والے مولانا ناظم جو ندوہ میں مدرس تھے وہ بھی وہاں آیا کرتے تھے نجم الدین انگریزی اخبار منگواتے تھے مولانا کو بھی انگریزی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ تھوڑی بہت انگریزی وہ جانتے تھے میں نے کہا مولانا اگر آپ کو انگریزی جلد سیکھنی ہے تو انگریزی ریڈریں پڑھنے کے بجائے آپ انگریزی اخبار پڑھنا شروع کر دیجئے آپ اردو اخبار تو پڑھتے ہی ہیں اردو اخبار پڑھنے کے بعد آپ انگریزی اخبار میں سے چھوٹی چھوٹی خبریں پڑھئے چونکہ آپ اردو میں خبر پڑھ چکے ہونگے اس لئے آپ کو انگریزی میں خبر سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

ندوہ میں میرے ہم جماعت رئیس احمد جعفری، منت اللہ مونگیری اور رحمت علی صاحب کے علاوہ پنجاب کے رہنے والے ایک رشید اختر بھی تھے وہ جسمانی ڈیل تھے یوں صورت شکل کے لحاظ سے ٹھیک تھے لیکن ...جسم ہونے کی بنا پر کبھی کبھی حماقت کی باتیں کر دیا کرتے تھے جس پر ہم لوگ ان کی خوب کھنچائی کرتے تھے وہ سنتے تو تھے لیکن لڑنے جھگڑنے والے آدمی نہیں تھے اس لئے ہم لوگوں کی چھیڑ چھاڑ کا جواب ہاتھ پیر سے نہیں بلکہ مسکراہٹ سے دیتے تھے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

انھیں اردو کتابیں پڑھنے اور مضامین لکھنے کا شوق تھا۔ وہ الاصلاح کے کتب خانے سے کتابیں لاکر رات کو دیر تک پڑھا کرتے تھے اور صبح دیر سے اٹھتے تھے۔ ایک دن سات بج گئے اور وہ پڑے سوتے رہے۔ وہ سوتے بھی بے خبر تھے۔ ہم لوگوں کو مذاق سوجھا اور ہم لوگوں نے ان کی چارپائی اٹھا کر کندھے پر رکھی مگر وہ کسمسائے تک نہیں اس زمانے میں شبلی ہوسٹل جس میں ہم لوگ رہتے تھے۔ اس کے سامنے آم کا باغ تھا اس کے بعد فیلڈ کے پورب میں منگلا مہتر کے مکان کے پاس پائخانہ تھا ہم لوگوں نے ان کی چارپائی لاکر پائخانہ کے سامنے رکھ دی مگر وہ بدستور سوتے رہے ہم لوگ ان کی چارپائی وہیں چھوڑ کر چلے آئے۔ اس کے بعد کوئی لڑکا پائخانے گیا اور اس نے انھیں جگایا وہ جگنے کے بعد گھبرائے کہ وہ ہوسٹل سے یہاں کیسے پہونچ گئے۔ مگر وہ سمجھ گئے کہ یہ حرکت ہم لوگوں کی ہے۔

وہ ندوہ میں زیادہ دنوں تک نہیں رہے اور ندوہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اس عرصے میں ندوہ میں سٹرائک ہوئی اور ہم لوگ لیڈر ہونے کی بنا پر ندوہ سے نکال دیئے گئے تب ہم لوگ جامعہ ملیہ گئے وہاں کچھ دنوں کے بعد رشید اختر بھی آگئے اور ہم لوگوں کے ساتھ پڑھنے لگے۔ انھوں نے جامعہ کی لائبریری سے بھی کافی فائدہ اٹھایا۔ کچھ دنوں بعد وہ جامعہ سے چلے گئے۔ بعد کو ان کے ناول وغیرہ ادھر شائع ہونے لگے جامعہ سے جانے کے بعد ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں رہا لیکن ان کی معصوم مسکراہٹ کی یاد اب تک تازہ ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اسی زمانے میں کرسی کے قریب گاؤں اگا سلطر کے ماسٹر عبدالحق ندوہ کے ابتدائی درجوں میں انگریزی پڑھاتے تھے وہ تھے تو ماسٹر لیکن مولویوں کے بھی کان کاٹے ہوئے تھے ٹخنوں سے اونچا پاجامہ، سر کے بال مونڈے ہونے کے برابر کچی لمبی داڑھی، نماز روزے کے پابند چونکہ میری سسرال کرسی کے قریب گاؤں بسارہ میں تھی، اس لئے میں ان سے مذاق کیا کرتا تھا جس سے وہ محظوظ تو ہوتے تھے لیکن بظاہر ناخوشی کا اظہار کرتے تھے وہ بھی انگریزی اخبار پڑھنے نجم الدین کے یہاں آیا کرتے تھے رفتہ رفتہ کافی گھل مل گئے لیکن اپنے کو بہت لئے دیئے رہتے تھے اور ہم لوگوں کے کھلنڈرے پن کو بظاہر ناگواری سے دیکھتے تھے اور ایک طرح سے مجھے اور نجم الدین کو بددین سمجھتے تھے وہ پان کے شوقین تھے ہم لوگ پان نہیں کھاتے تھے لیکن ان کو کھلانے میں کوئی کوتاہی نہ کرتے تھے ہم لوگوں نے ان کی کچی داڑھی اور ان کے خاص حلیئے کی بنا پر ان کا نام بزار رکھ دیا تھا جس پر وہ ناخوشی کا اظہار کیا کرتے تھے مگر عجب بات تھی گھوم پھر کر وہ ہمیں لوگوں کے پاس بیٹھتے تھے ۔ ندوہ سے جانے کے بعد وہ کرسی کے کسی اسکول میں لازم ہو گئے تھے بعد کو ان کا انتقال ہو گیا ان کی یاد اب بھی دل میں باقی ہے ۔

اس عرصے میں عمران خاں صاحب ندوہ میں منصرم ہو گئے یہ بھوپال کے رہنے والے خوبصورت اور تندرست آدمی تھے ندوہ میں جب میں پڑھتا تھا تو یہ مجھ سے جونیئر تھے، ہاکی کھیلتے تھے یوں بہت اچھے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آدمی تھے لیکن مزاج میں غصہ بہت تھا جب چڑھ جاتا تھا تو آپے سے باہر ہو جاتے تھے رہتے بھی اچھی طرح تھے اور کھاتے بھی اچھا تھے اپنے دوستوں اور جاننے والوں کا بڑا خیال رکھتے تھے نجم الدین سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے ان کے یہاں الماری میں آم چنے رکھے رہتے تھے جب کبھی ہم لوگ پہونچ جاتے تو وہ آم کاٹ کاٹ کر ہم لوگوں کو کھلاتے تھے۔

انہی زمانے میں ہماری بڑی بہن ہاجرہ اپیا کے بڑے لڑکے افتخار نے مڈل پاس کیا میں اپیا کے یہاں نشاط گنج گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا بھیا افتخار کو کہیں نوکر رکھا دو ہم لوگ آگے تعلیم نہیں دلا سکتے میں جانتا تھا کہ افتخار سمجھدار اور مستعد لڑکا ہے اس کے سپرد جو کام کیا جائے گا وہ سلیقے اور مستعدی سے کرے گا۔ میں نے اس کا ذکر عمران خان صاحب سے کیا۔ انھوں نے کہا اسے لے آئیے میں اسے دفتر میں کلرکی کی کی جگہ دیدوں گا۔ دوسرے دن میں افتخار کو لے آیا اور عمران خاں صاحب سے ملایا افتخار کو دیکھ کر وہ ہنسے اور کہا ابھی اس کے کھیلنے کھانے کے دن ہیں میں نے کہا دن تو کھیلنے کودنے کے ہیں لیکن حالات اجازت نہیں دیتے آپ اسے عارضی طور پر رکھ لیجئے اگر آپ اس کے کام سے مطمئن نہ ہوں تو ہٹا دیجئے گا مجھے کوئی شکایت نہیں ہوگی اس کے بعد خاں صاحب نے افتخار کو دفتر میں جگہ دیدی۔ خاں صاحب سخت آدمی تھے وہ کام میں کسی سے رو رعایت نہ کرتے تھے۔ ان کے زمانے میں دفتر کی حالت اور نظم و ضبط بڑا اچھا رہا میں نے ایک مہینے کے بعد خاں صاحب سے پوچھا آپ افتخار کے کام سے مطمئن ہیں وہ ہنسے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اور بولے آپ جانتے ہیں کہ اگر میں مطمئن نہ ہوتا تو دوسرے ہی دن آپ سے کہہ کر چلتا کر دیتا۔ غالب صاحب افتخار کے کام سے اتنے خوش ہوئے کہ جب وہ مہتمم ہو گئے تو انھوں نے افتخار کو اپنی جگہ پر منصرم بنا دیا۔ جس عہدے پر وہ ابھی تک کامیابی سے کام کر رہے ہیں۔

•

ڈالی گنج میں قیام

نجم الدین قدوائی اور عبدالسلام ندوی ڈالی گنج کے بہت بعد اسی کے پاس والے اوپر کے مکان میں آکر رہنے لگے اسی زمانے میں ادھر باقر حسین ان کے پیچھے ایک صاحب کے مکان کے باہر کے کمرے میں رہتے تھے۔ میری منجھلی بہن فاطمہ بجیا کا انتقال ہو چکا تھا ان کی لڑکی سلطانہ اپنی ماں کی بیماری دق میں مبتلا ہو گئی وہ مجھے بہت چاہتی تھی۔ میں نے علاج کے لیے اسے میڈیکل کالج کے ٹی بی وارڈ میں داخل کرایا اب اس کے ساتھ رہنے کا مسئلہ پیدا ہوا ہماری خوش دامن منی بجیا ہمیشہ دوسروں کے کام آتی رہتی تھیں میں نے ان سے کہا اور وہ فوراً تیار ہو گئیں۔ وہ اسپتال میں سلطانہ کی دیکھ بھال کے علاوہ دوسرے ایسے مریضوں کی بھی مدد کیا کرتی تھیں جن کے ساتھ کوئی نہ ہوتا تھا اس وارڈ میں ایک عورت تھی جس کا نام لکشمی دیوی تھا بالکل تنہا تھی۔ اس کے سوا کوئی بھی اسے دیکھنے نہیں آتا تھا ہماری منی بجیا اس کی بھی مدد کر دیا کرتی تھیں۔ جب میں اسپتال جاتا تو وہ مجھ سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کہتیں اس عورت کا کوئی نہیں ہے اس کی مدد کر دیا کرو تو میں اس کے لئے بھی پھل وغیرہ لے جاتا اس طرح وہ ہم لوگوں سے کافی مانوس ہو گئی اور جب سلطانہ اسپتال سے جانے لگیں تو وہ رونے لگی اس کو بھی اسپتال سے چھٹی ملنے والی تھی منی بجیا بڑی متاثر ہوئیں اور مجھ سے کہا بھیا اس کے رہنے کا کوئی انتظام کر دو۔

میں سوچتا رہا اس کے بعد میں نے کہا کہ میں اپنے ساتھیوں سے پوچھ کر ہی کچھ کہہ سکتا ہوں میں ڈالی گنج آیا میں نے بھائی نجم الدین قدوائی سے پورا حال بتایا نجم الدین کی پوری زندگی دوسروں کی مدد میں گذری ہے ان کے کوئی بال بچہ نہیں ہے لیکن وہ دوسروں کے بچوں کو پڑھانے لکھانے اور انھیں اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کی فکر میں ان لوگوں سے زیادہ گھلتے رہے ہیں جن کے بال بچے ہوتے ہیں وہ فوراً تیار ہو گئے مولانا عبدالسلام قدوائی سے ہم لوگوں نے پوچھنا مناسب نہیں خیال کیا کیونکہ وہ مزاجاً کافی محتاط آدمی ہیں وہ لکشمی دیوی کو ساتھ رکھنے کے حق میں کبھی رائے نہ دیتے چنانچہ دوسرے دن لکشمی دیوی نجم الدین کے ڈالی گنج والے مکان میں آ گئیں مولانا عبدالسلام صاحب کو یہ بات ناگوار تو گذری ہو گی لیکن انھوں نے کوئی مخالفت نہیں کی۔

اس زمانے میں مولانا کی بیوی مولانا کے ساتھ اسی مکان میں رہتی تھیں۔ لکشمی دیوی بڑی نیک اور شریف طبیعت تھی وہ شاکاہاری تھی یعنی گوشت وغیرہ نہیں کھاتی تھی اس نے ہمیشہ کوشش کی کہ اس کا زیادہ بار ہم لوگوں پر نہ پڑے اس کی عمر تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ کی ہو گی وہ تندرست اور اوسط صورت شکل کی تھی جب مولانا کی بیوی یہاں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سے جانے لگیں تو نجم الدین نے لکشمی دیوی کو بھی اپنی بیوی کے پاس تحویلڈی ضلع رائے بریلی بھیج دیا۔ نجم الدین کی بیوی قابل تعریف ہیں) کہ انھوں نے کسی قسم کا شک نہیں کیا بات یہ تھی کہ وہ اپنے شوہر کے مزاج اور کیریکٹر سے اچھی طرح واقف تھیں۔ ان کا برتاؤ لکشمی دیوی کے ساتھ بڑا اچھا رہا اور وہ وہاں کافی دن تک رہی وہ فتح گڑھ کی رہنے والی تھی کچھ دنوں بعد اسے وطن کی یاد ستانے لگی اور وہ فتح گڑھ چلی گئی اس کے بعد اس کی کوئی خیر خبر نہیں ملی۔

تھوڑے دن بعد میں بھی عبدالسلام قدوائی اور نجم الدین کے ساتھ رہنے لگا میں نے کھانا پکانے کے لئے ایک نوکر کرسی سے بلوا لیا جو ابھی لڑکا ہی تھا لیکن گوشت روٹی پکا لیتا تھا محمد حسن قدوائی اس وقت فرنگی محل کے پل کے پاس ایک پرانی عمارت میں حیات اللہ انصاری اور عشرت علی صدیقی کے ساتھ رہتے تھے میں محمد حسن سے ملنے وہاں جایا کرتا تھا اس وقت سے حیات اللہ صاحب اور عشرت صاحب سے معمولی جان پہچان ہو گئی وہاں رضا انصاری بھی آیا کرتے تھے اور سیاست پر گرما گرم بحث ہوا کرتی تھی۔ محمد حسن قدوائی ہمارے ڈالی گنج والے مکان میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن ہم لوگ کھانا کھا چکے تھے کہ محمد حسن معلوم نہیں کہاں سے گھومتے گھامتے آگئے وہ بھوکے تھے اور انھوں نے بے تکلفی سے کہہ دیا کہ ہم کھانا کھائیں گے نوکر کھڑا تھا میں اس کی طرف دیکھنے لگا اس نیک لڑکے نے کہا جی ہاں کھانا ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اور اس کے لئے جو کھانا رکھا تھا وہ لاکر رکھ دیا محمد حسن تو بھوکے تھے ہی وہ ایک دو تین، چپاتیاں صاف کر گئے تو وہ لڑکا مسکرانے لگا اس کے مسکرانے پر محمد حسن نے کہا اور کچھ ہے نوکر نے بچی کھچی ایک چپاتی اور لاکر رکھ دی محمد حسن اسے بھی کھا گئے پھر نوکر سے کہا بس ایک ہی چپاتی وہ بچارا گیا اور چاول بھی اٹھا لایا چاول تھوڑے ہی تھے محمد حسن وہ بھی چٹ کر گئے اب نوکر ہنسی نہ روک سکا اور باورچی خانے چلا گیا۔ میں نے نوکر کو بلاکر پانچ کا نوٹ دیا اور کہا جاؤ دکان پر جاکر کھانا کھالو مگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ محمد حسن نے اس سے نوٹ واپس لے کر مجھے دیدیئے اور خود نیچے جاکر دکان سے روٹیاں لے آئے سالن اور دال رکھی تھی نوکر نے کھانا کھا لیا۔ انھوں نے جاتے وقت نوکر کو انعام کے بطور پانچ روپئے دیئے اس کے بعد جب محمد حسن آتے تو وہ ہم سے پوچھ لیتا کیا بھیا کھانا کھائیں گے؛

باقر حسنین ـــــ بھی ہمارے اس مکان میں آیا کرتے تھے ایک دن میں، نجم الدین اور باقر شام کے وقت بیلی گارد ٹہلنے گئے ہم لوگ سفید گاندھی ٹوپی اور شیروانیاں پہنے تھے اس وقت تحریک آزادی زوروں پر تھی اسی پر بات کرتے چلے جارہے تھے کہ سامنے سے ایک گورا چٹا لمبے قد کا نوجوان سوٹ پہنے آتا دکھائی دیا جب وہ ہم لوگوں کے پاس سے گذرا تو اس نے مسکرا کر کہا معلوم ہوتا ہے آزادی مل گئی یہ سن کر ہم لوگ چونکے اور ہم لوگوں نے اس سے ہاتھ ملایا اور کہا آزادی ملی نہیں ملنے ہی والی ہے وہ پھر مسکرایا اور آگے بڑھ گیا اندھیرا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہو رہا تھا ہم لوگ جلد ہی بیلی گارد سے ٹہل کر واپس ہو گئے، لوہے
والے پل کے پاس وہی نوجوان خراماں خراماں چلتا ہوا ملا پھر علیک سلیک
ہوئی اور وہ ہمارے ساتھ ہمارے گھر تک چلا آیا ہم نے اخلاقاً
چائے پلائی وہ زیادہ بات نہیں کرتا تھا اور کچھ پر اسرار معلوم
ہوتا تھا باتوں میں اس نے یہ بھی بتایا کہ ڈاکٹر فریدی اس کو جانتے ہیں
وہ چلا گیا لیکن ہم لوگوں کو اس کے بارے میں معلوم کرنے کی فکر ہوئی
اور ہم لوگ ڈاکٹر فریدی صاحب کے یہاں گئے وہ بڑے اخلاق سے
ملے اور آنے کی وجہ پوچھی ہم نے پوری بات بتائی وہ سن کر مسکرائے
اور انھوں نے کہا یہ نوجوان ملیح آباد کے اچھے گھرانے سے تعلق رکھتا
ہے لیکن وہ بہک گیا ہے اس کا توازن دماغی صحیح نہیں ہے جب سے
ہم لوگ چوکنا رہنے لگے ایک آدھ مرتبہ وہ ہمارے مکان کے نیچے آیا
اور سڑک پر سے ہم لوگوں کو پکارا لیکن ہم سن گھسیٹے بیٹھے رہتے ہوئے
نہیں اور وہ چلا گیا۔

بہت دنوں بعد ایک دن وہ اس حال میں آیا کہ کپڑے پھٹے تھے
اور ہاتھ میں کیلے کا لمبا سا پتا لیے ہوئے تھا اس حالت میں اسے دیکھ
کر ہم لوگوں کو بڑا دکھ ہوا لیکن ایسی صورت میں ہم اس کی کوئی
مدد بھی نہیں کر سکتے تھے اس کے بعد وہ کئی مرتبہ امین آباد میں اٹھنی
فولانہ (صرف چار آنے) کہہ کر بھیک مانگتا دکھائی دیا۔

ڈالی گنج میں ہمارا کئی جگہ رہنا ہوا۔ اس میں نالے کے پاس
سلطان صاحب کا مکان بھی تھا جس کا نام سلطان ولا تھا سلطان
صاحب بہت شریف آدمی تھے عام طور پر کرایہ دار اور مالک

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

مکان میں اچھے تعلقات نہیں ہوتے لیکن ہم لوگ کے اُن سے گھریلو قسم کے تعلقات ہو گئے اور آخر وقت تک رہے۔ سلطان صاحب کے یہاں اس سے پہلے میں ان کے لان کی طرف والے مکان میں کچھ دنوں تک کرایے پر رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ میری اہلیہ کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی وہ علاج کی غرض سے لکھنؤ آگئیں اس لئے مجھے الگ کرایے کے مکان میں رہنے کی ضرورت محسوس ہوئی یہ مکان زیادہ بڑا نہیں تھا۔ لیکن ہماری ضرورت کے لئے کافی تھا کیونکہ اس وقت تک صرف عطیہ پیدا ہوئی تھی۔ میں اہلیہ اور ان کی والدہ منی بجیا اس مکان میں رہتے تھے اس مکان کے سامنے سلطان صاحب کے مکان کا لان تھا۔ اگر میرے یہاں مہمان زیادہ آجاتے تھے تو سلطان صاحب اور ان کی اہلیہ ہمارے لئے ہر قسم کی سہولت فراہم کرتی تھیں ان کے لڑکے مجھ سے پڑھتے تھے اور لڑکیاں میری اہلیہ کا بالکل اپنی ماں کی طرح خیال کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ ہمارے ساتھی قاری راشد ہمارے یہاں آئے انھیں مکان معلوم نہیں تھا کسی نے پتہ بتا دیا تھا وہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہوئے جب سلطان صاحب کے لان میں پہنچے تو وہاں عطیہ کھیل رہی تھی اسے دیکھ کر انھوں نے کہا یقیناً یہی مکان مجیب کا مکان ہے کیونکہ یہ لڑکی بالکل مجیب سے ملتی ہے۔ ان کا خیال صحیح تھا واقعی عطیہ بالکل مجھ پر پڑی ہے۔ اسے کوئی بھی دیکھے تو سمجھ جائے گا یہ میری لڑکی ہے۔

جب ہم لوگ سیتاپور روڈ پر اپنے نئے مکان میں آئے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تو ایک دن ہمیں سلطان صاحب کے یہاں جانے کا خیال پیدا ہوا جہاں ہم اور ہماری اہلیہ کافی دنوں تک رہی تھیں۔ وہاں جاکر دیکھا تو اس لمبے عرصے میں بڑی تبدیلیاں ہو گئیں تھیں جو مکان سلطان والا کہلاتا تھا اس میں دوسرے لوگ آگئے تھے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ مکان کے پچھلے حصے میں ان کی لڑکی رہتی ہے ہم گئے دروازے پر دستک دی جیسے ہی نام بتایا سلطان صاحب کی لڑکی نے فوراً اندر بلا لیا اور ایسی خوش ہوئیں جیسے بھولا بسرا عزیز مل گیا ہو۔ کافی خاطر مدارات کی تھوڑی دیر میں ان کے شوہر بھی آگئے ان سے تعارف کرایا وہ بھی بڑی محبت سے ملے۔ اس زمانے کے تمام واقعات نظروں کے سامنے فلم کی ریل کی طرح آنے لگے۔

جس زمانے میں ہم لوگ سلطان والا میں رہتے تھے تو لان میں گلاب کے پھول لگے تھے اب نہ گلاب کے پھول تھے نہ لان تھا۔ پڑوس میں ایک دودھ والی تھی جو ہمارے یہاں دودھ دیا کرتی تھی وہ تھی تو کمسن لیکن بڑی طرحدار تھی آنکھوں نے اسے بہت تلاش کیا لیکن وہ نظر نہ آئی۔ محلے میں پرانی صورتوں میں کوئی صورت نظر نہ آئی اس محلے میں ہم کئی جگہوں پر رہے تھے۔ نیاز صاحب کے مکان کے ایک حصے میں باقر کے ساتھ، عبدالسلام قدوائی اور نجم الدین کے ساتھ ڈپٹی صاحب کے مکان کے سامنے والے مکان میں نیاز صاحب کے مکان میں کوئی پنجابی صاحب نظر آئے۔ ڈپٹی صاحب والے مکان اور ہمارے مکان میں بھی کوئی شناسا نظر نہ آیا۔ سب

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نئے لوگ آ گئے تھے۔ اب ہم وہاں اجنبیوں کی طرح کھڑے تھے۔

اس محلے میں سب سے پہلے ہم برف والی کوٹھی میں اس وقت رہتے تھے جب یہاں ندوہ کا عارضی ہوسٹل تھا۔ اس کے بعد سلطان صاحب کے یہاں اہلیہ کی بیماری کے سلسلے میں رہے پھر بھائی عبدالمجیب صاحب کی بیماری کے موقعہ پر سلطان صاحب کے مکان کے پچھلے حصے میں رہے اس کے بعد عبدالسلام قدوائی اور نجم الدین کے ساتھ نالے کے پاس کوٹھے پر رہے۔ اس محلے سے بہت سی پرانی یادیں وابستہ ہیں اب بھی جب ادھر جانا ہوتا ہے تو بلا ارادہ آنکھیں اس زمانے کے لوگوں کو تلاش کرنے لگتی ہیں لیکن ایک بھی پرانی صورت نظر نہیں آتی۔ مگر پھر بھی اس محلے سے ایک لگاؤ سا محسوس ہوتا ہے اور قدم رکنے سے لگتے ہیں۔

اسی جگہ جیلر صاحب کی کوٹھی تھی جس میں بھائی عبدالحبیب صاحب طالب علمی کے زمانے میں رہتے تھے وہاں معراج صاحب سے ان کے کافی تعلقات ہو گئے تھے معراج صاحب بعد کو متعدی امراض کے اسپتال میں ملازم ہو گئے۔ خوشی کی بات ہے کہ وہ ابھی حیات ہیں۔ ایک مرتبہ ڈالی گنج سے سیتاپور روڈ پر آتے ہوئے اتفاقاً وہ راستے میں مل گئے تھوڑے توقف کے بعد ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا وہ بڑی محبت سے ملے ان سے مل کر بھائی عبدالحبیب صاحب مرحوم کی یاد تازہ ہو گئی اور دل کو ایک غم آمیز خوشی محسوس ہوئی میں سلطان صاحب کے مکان میں مولانا نورالحسن صاحب کے ساتھ جو مولانا عبدالسلام قدوائی کے ہم زلف تھے رہتا تھا۔ ان کے ساتھ ان کے سالے مشتاق احمد

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

عرف بتن بھی رہتے تھے چونکہ وہ اپنی بہن کو بجیا کہتے تھے اس لیے میں بھی نورالحسن صاحب کی بیوی کو بجیا کہنے لگا وہ بڑی نیک بیوی تھیں انھوں نے میرے ساتھ بالکل بہن کیسا برتاؤ کیا وہ کھانے پینے کا تو خیال رکھتی ہی تھیں میں جاڑوں میں بستر پر لحاف یوں ہی پڑا چھوڑ کر چلا جاتا تھا وہ بچاری ہی میرا بستر ٹھیک کر آتی تھیں میرے کپڑے دھوبی کو دیتی تھیں بیماری آزاری میں دوا علاج کی فکر بھی انہی کو کرنی پڑتی تھی نورالحسن صاحب اور ان کے گھر والوں سے میرے تعلقات آخر وقت تک رہے بجیا کے والد محفوظ صاحب جنھیں ہم لوگ محفوظ بھائی کہتے تھے مجھے اپنے لڑکے کی طرح مانتے تھے اسی طرح ان کے لڑکے مشتاق میرا بڑے بھائی کی طرح لحاظ کرتے رہتے میرے اب تک ان سے تعلقات ہیں وہ بجنور میں رہتے ہیں لڑکیوں کی شادی میں انھوں نے مجھے ہمیشہ بلایا اور میں ضرور شریک ہوا بجیا نورالحسن صاحب کی بیوی کے پیٹ کا آپریشن ہوا وہ میڈیکل کالج میں داخل تھیں زخم پک گیا تھا ان کی حالت نازک ہوگئی تھی میں اور میری بیوی چار بجے انھیں دیکھنے گئے ہم لوگ خاموش ان کے پاس بیٹھے تھے ان میں اب کچھ نہ رہ گیا تھا وہ بول بھی نہ سکتی تھیں۔ ہم لوگوں کے سامنے ہی انھوں نے آخری سانسیں لیں۔ انھیں یاد کرکے اب تک آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔

اتفاق دیکھیے کہ نورالحسن صاحب کے بھی پیٹ میں تکلیف ہوئی میڈیکل کالج میں داخل تھے میں ملنے گیا۔ تکلیف کے باوجود ان کے لبوں پر وہی مسکراہٹ تھی جو ہمیشہ رہتی تھی وہ بڑے نیک آدمی تھے دیوبند میں پڑھے تھے لیکن ان کے اندر خشکی بالکل نہیں تھی۔ انھیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بڑے اچھے اور درد بھرے اشعار یاد تھے جب جاتا تو وہ مجھے اشعار سناتے اور ہم دونوں لطف لیتے ان کا دل چھوٹ گیا معلوم ہوتا تھا وہ ملنسار، مخلص اور معصوم آدمی تھے پتے کے مرض میں ان کا بھی انتقال ہو گیا ان کا ہنستا ہوا چہرہ اب تک نظروں کے سامنے ہے۔

شادی اس زمانے میں زمیندار گھرانے کے لڑکوں کی شادیاں بہت جلد ہو جاتی تھیں میں نے ابھی ہائی اسکول بھی نہیں پاس کیا تھا کہ میری شادی کی بات چیت ہونے لگا میرے دو بڑے بھائیوں کی شادیاں بہت پہلے ہو چکی تھیں تیسرے بڑے بھائی عبدالحبیب صاحب کی شادی علی گڑھ طبیہ کالج سے پاس کرنے کے بعد ہونے لگی میری شادی میری پھوپھی زاد بہن منی بجیا جو بیوہ ہونے کے بعد اپنے والد اور میرے پھوپھا عاشق حسین صاحب کے ساتھ موضع بسارہ میں رہنے لگی تھیں ان کی لڑکی اختر جہاں سے طے ہو چکی تھی چنانچہ ہم دونوں بھائیوں کی شادی ایک ساتھ انجام پا گئی۔

شادی کے بعد پہلی مرتبہ جب میں بسارہ گیا تو اتفاق دیکھئے کہ اسی دن ہائی اسکول کا رزلٹ نکلا تھا۔ اور بدقسمتی سے میں فیل ہو گیا تھا مجھے سسرال جانے کی خوشی کم اور فیل ہونے کی شرمندگی زیادہ تھی اللہ نظر بد سے بچائے میری تقریباً نصف درجن سالیاں وہاں اس وقت موجود تھیں میں جاتو رہا تھا لیکن بقول شاعر ؎

قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

بسارہ میری سسرال ہی نہیں بلکہ میرے پھوپھا کا گھر بھی تھا میری

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

حقیقی سالی کوئی نہیں تھی لیکن میری پھوپھی زاد بہنوں کی لڑکیاں کافی تھیں جو مجھے دولہا بھائی کہنے کے بجائے پرانے رشتے سے ماموں کہتی تھیں لیکن مذاق میں کوئی کوتاہی نہ کرتی تھیں آپ کی دعا سے میری سب سالیاں صورت شکل کی اچھی تھیں مگر یہ بے تکلف صرف اپنی چھوٹی پھوپھی کی نواسی سے تھا جو لکھنؤ میں رہتی تھیں اور ماشاءاللہ سے اچھی خاصی پڑھی لکھی تھیں اور اردو ادب سے بھی انھیں دلچسپی تھی چنانچہ میں نے صرف انہی کو اپنی سالی بنایا تھا اور انہی سے مذاق ہنسی کرتا تھا بعد کو میں نے محسوس کیا کہ یہ بات میری دوسری سالیوں کو بری لگتی ہے تو میں نے رویہ بدل دیا اور ان سے بھی مذاق ہنسی کرنے لگا۔

مجھے اس کا افسوس تھا کہ اتنی سالیاں اور سالے ہونے کے باوجود مجھے کوئی دولہا بھائی کہنے والا نہیں تھا گاؤں کے نائی کا ایک لڑکا کام کاج کے لئے آیا اور اس نے مجھے دولہا بھائی کہا میں نے خوش ہو کر اسے گلے لگایا اور آٹھ آنے جیب سے نکال کر دیئے یہ دیکھ کر سب سالیاں دولہا بھائی دولہا بھائی کہنے لگیں اور پیسوں کے لئے میرے پیچھے پڑ گئیں ہماری ایک پھوپھی زاد بہن بڑی دلچسپ تھیں انھوں نے کہا تم لوگ آدھا درجن ہو تمہیں پیسے تو دے نہیں سکتا ہاں گلے لگا سکتا ہے ان کے کہنے پر عمل کرنے سے پہلے سب سالیاں بدک کر الگ کھڑی ہو گئیں اگر وہ گلے لگا لینے دیتیں تو شاید میں انھیں بھی پیسے دیدیتا۔

ہمارے پھوپھا کے گھر کے سامنے ایک بڑی سایہ دار پکریا تھی اسی کے پاس تالاب تھا گرمیوں میں گاؤں کے لوگ اسی پکریا کے نیچے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

آکر بیٹھتے تھے اور ٹھنڈی ہوا کھاتے تھے ان کے گھر کے پچھم میں دو تاڑ کے درخت تھے اب بھی ہیں یہ درخت میرے پھوپھا کے والد نے لگائے تھے جب میں انھیں دیکھتا ہوں تو وہ مجھے پرانی کہانی سناتے معلوم ہوتے ہیں۔ میرے پھوپھی زاد بھائی اظہر حسین صاحب تھے وہ اپنے والد کی طرح شاہ خرچ اور ملنسار تھے وہ بھی پھوپھا کی طرح جب لکھنؤ سے ٹکیت گنج جانے والی آخری بس گذر جاتی تھی۔ تب کھانا کھاتے اور آنے والے مہمان کا انتظار کیا کرتے تھے وہ مجھ سے دس سال بڑے ہونگے وہ ہمارے یہاں برابر جایا کرتے تھے۔ ہماری والدہ ان کو بہت چاہتی تھیں۔ ان کی شادی میلارائے گنج سے ہوئی تھی۔ اس سے پہلے ہماری پھوپھی زاد بہن جمیلہ بجیا کی شادی میلے کے اعجاز صاحب سے ہوئی تھی اعجاز بھائی بڑے ملنسار آدمی تھے ہمارے یہاں بھی آیا کرتے تھے اسی سلسلے سے اظہر بھائی کی شادی میلا کے شیخ نجابت حسین صاحب کی لڑکی سے ہوئی تھی ہم لوگ یعنی میں میرے بھائی عبدالحسیب صاحب اور بہنوئی رئیس احمد خاں عرف اچھن میاں اظہر بھائی کے ساتھ چوتھی گئے اس زمانے میں مذاق کا بڑا رواج تھا خاص طور میلا رائے گنج میں۔ چنانچہ دسترخوان کوٹ کے کباب اور کاغذ کی پرت کے پراٹھے رکھے گئے، اسی طرح ہاتھ دھلانے کے لئے نائی جو پانی لایا وہ رنگین تھا۔ ہمارے بہنوئی اچھن بھائی ان سب مذاقوں سے واقف تھے جب نائی نے ہاتھ دھلانے کے لئے ان کے ہاتھ میں رنگین پانی ڈالا تو انھوں نے ہاتھ دھونے کے بجائے وہی پانی چلچی میں سے کراس کی سفید دوپلی ٹوپی پر ڈال دیا۔ دسترخوان پر بالائی جو رکھی گئی وہ بالائی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نہیں بلکہ دودھ میں روئی کے گالے ڈال دیئے گئے تھے، پان نمکین، تھے اسی طرح الائچی کے اندر کالی سرسوں رکھ دی گئی تھی۔ ان سب سے ہمارے بہنوئی اچھن بھائی نے اپنے تجربے اور ہوشیاری کی بنا پر ہم لوگوں کو بچا لیا۔ نجابت چچا کی مالی حالت بڑی اچھی تھی انھوں نے اپنی لڑکی کو جہیز میں ہر چیز دی تھی ہماری بھابھی کام کی تو زیادہ عادی نہیں تھیں۔ لیکن بڑی سوگھڑ اور سلیقے کی تھیں اور نوکرانیوں سے کام لینا خوب جانتی تھیں وہ ہم لوگوں سے بڑی محبت کرتی تھیں انھوں نے گھر کی روایات اور معیار زندگی کو برقرار رکھا۔ اب ان سب کا انتقال ہو چکا ہے اظہر بھائی کے بڑے لڑکے عزیزم شمول بڑے سعادت مند ہیں وہ اپنے باپ دادا کی روایات ابھی تک برقرار رکھے ہیں خوش قسمتی سے ان کو رفیقہ حیات بھی بڑی سمجھدار با سلیقہ اور ملنسار ملی ہیں ہم لوگوں کو بہت مانتی ہیں اور بڑا خیال کرتی ہیں اسی وجہ سے پرانے تعلقات میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔

میری عمر اس وقت ۷۵ سال کی ہے خاندان میں اب بزرگوں میں کوئی نہیں۔ ہاں جو مجھے مجیب کہہ کر پکار سکے تحصیل فتحپور کے پاس محی الدین پور گاؤں میں میرے بہنوئی اقبال احمد خاں عرف پٹو میاں تھے جو مجھے مجیب کہتے تھے جس سے مجھے بڑی خوشی ہوتی تھی لیکن ابھی دو سال ہوئے ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ سہالی یا بارہ جاتا ہوں تو مجھے وہاں تنہائی سی محسوس ہوتی ہے کیونکہ جن چہروں کو آنکھیں تلاش کرتی ہیں وہ دکھائی نہیں دیتے۔ سہالی میں منجھلے بھائی عبد السلام صاحب کے لڑکے قیام الدین قدوائی کی وجہ سے ہمارے مکان بارہ دری

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میں چراغ جل رہا ہے بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس کے دونوں لڑکے شہاب اور حیات بڑے مستعد اور محنتی ہیں وہ انٹر تک پڑھنے کے بعد نوکری کے چکر میں پڑنے کے بجائے تجارت میں لگ گئے اور لگن سے کام کرکے اچھی خاصی حیثیت بنالی جس کی وجہ سے بارہ دری کا بھرم ابھی تک باقی ہے۔

رات کے وقت جب میں اپنے گھر بارہ دری میں لیٹا ہوں تو میری آنکھوں کے سامنے فلم کی ریل کی طرح تمام واقعات گھومنے لگتے ہیں ہمارے جد امجد محمد روشن چکلہ دار کے وقت کے تین پھاٹکوں میں سے اب صرف بیچ کا پھاٹک باقی رہ گیا ہے رات کے دھندلکے میں اس کے کنگورے بیتے دنوں کی کہانی سنانے لگتے ہیں۔

ہمارے خاندان میں لوگوں کی عمریں زیادہ نہیں ہوئیں والد کا انتقال ۵۴ سال کی عمر میں ہو گیا بڑے بھائی عبدالعزیز اور بڑی بہن ہاجرہ کے علاوہ دو بہنوں فاطمہ، صغریٰ اور دو بھائیوں عبدالسلام و عبدالحسیب کا انتقال ۵۴ سال کے اندر ہی اندر ہو گیا بڑے بھائی کا انتقال ۷۲ برس اور بڑی بہن کا انتقال ۷۰ سال میں ہوا اس طرح میری عمر سوائے میری والدہ کے جن کی عمر ۸۰، ۸۳ سال ہوئی بھائی بہنوں میں سب سے زیادہ ہوئی خدا کا شکر ہے کہ میری رفیقۂ حیات اختر جہاں میرا ساتھ دے رہی ہیں۔ جن کی عمر اس وقت ۷۰ سال کی ہوگی جس سے تنہائی کا احساس کم ہوتا ہے ورنہ درازئ عمر باعث تکلیف ہو جاتی۔

۱۹۴۳ء میں میں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے بی، اے آنرز، ایل ایل بی پاس کیا اس زمانے میں ڈبل کورس کی اجازت تھی ۱۹۴۲ء میں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جب تحریک آزادی زور پر تھی یونیورسٹی بند ہو گئی لیکن میں گھر نہیں گیا بلکہ حیات اللہ صاحب، عشرت صاحب اور محمد حسن قدو۔ الی کے ساتھ رہ کر کانگرس کی جانب سے خفیہ طور پر پمفلٹ شائع کرنے کے لئے رک گیا حیات اللہ صاحب اور عشرت صاحب کانگرس کا ہفت روزہ اخبار ہندستان نکال لیتے تھے اور رفیع صاحب کی سفارش پر قیصر باغ میں راجہ کالا کانکر کے حصے میں بارہ دری کے سامنے والے پھاٹک کے پاس رہتے تھے میں بھی ان لوگوں کے ساتھ رہنے لگا وہاں وجاہت علی سندیلوی بھی آیا کرتے تھے اسی وقت سے میری ان کی جان پہچان ہوئی مزاج میں موافقت کی وجہ سے جان پہچان دوستی میں منتقل ہو گئی جو اب تک قائم ہے۔

خفیہ پولیس نے ہم لوگوں کی سرگرمیوں کا پتہ لگا لیا اور حکومت کی جانب سے راجہ کالا کانکر سے کہلایا گیا کہ انھوں نے اپنے یہاں خطرناک آدمیوں کو کیوں جگہ دے رکھی ہے وہ گھبرائے ہوئے ہم لوگوں کے پاس آ گئے رفیع صاحب اور سب کانگریسی لیڈر جیل میں تھے راجہ صاحب نے ہم لوگوں سے کہا آپ لوگ میرے اوپر رحم کر کے یہاں سے ہٹ جائیے یہ آپ لوگوں کے لئے بھی بہتر ہو گا کیونکہ پولیس کی نظر میں آپ لوگوں پر ہیں۔

اسی زمانے میں گاندھی جی کی چیلی امت اسلام صاحبہ بمبئی میں اسی قسم کا کام کر رہی تھی حیات اللہ صاحب، عشرت صاحب اور محمد حسن بمبئی جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ مجھ سے بھی چلنے کو کہا لیکن گھر والوں نے مجھے بمبئی جانے کی اجازت نہیں دی اور میں سنہالی چلا گیا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

میرے بڑے بھائیوں کی خواہش تھی کہ میں وکالت کروں چنانچہ ۱۹۴۳ء میں وکالت پاس کر لی مگر ایل ایل بی پاس کرنے کے بعد بھی میرا وکالت کرنے کا دل نہیں چاہا اور نوکری کی تلاش ہوئی ایک صاحب سکریٹریٹ میں اس شعبے میں تھے جو تقرر وغیرہ سے متعلق تھا یاد نہیں کہ ان سے کس کے ذریعہ ملاقات ہوئی بہر حال ان کی مدد سے وہاں کلرکی مل گئی لیکن اس کام میں بالکل دل نہیں لگتا تھا۔ انہی صاحب کے ذریعہ میں نے بھائی باقر حسنین کو بھی سکریٹریٹ میں ملازمت دلوا دی وہ بھی اپنے کو کلرکی کے لئے فٹ نہیں سمجھتے تھے ہم دونوں وہاں کے کتب خانے چلے جاتے اور اخبار رسالے پڑھا کرتے کام دھام بہت کم کرتے کام بھی کیا تھا رجسٹر پہ فائلوں کی آمد و رفت کو چڑھانا تھا اس زمانے میں جب مستقل کیا جانے لگتا تھا تو بانڈ بھروایا جاتا تھا ہمارے کرم فرمانے مجھے ایک دن بلا بھیجا اور یہ خوشخبری سنائی کہ میں مستقل کیا جا رہا ہوں کل آکر بانڈ بھر دوں اس خبر سے مجھے خوشی ہونے کے بجائے پریشانی ہوئی میں نے سوچا کہ اب زندگی بھر کلرکی قسمت میں لکھ جائے گی کیونکہ مستقل ہونے کے بعد ملازمت چھوڑنا مشکل ہوگا خود بھی دل نہیں چاہے گا اور دوسرے لوگ بھی ملامت کریں گے اس لئے میں دفتر جانے کے بجائے باہر جانے کے لئے ہال میں آیا اور وہاں کھڑا ہو کر اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے اب کلرک کی حیثیت سے یہاں نہ آنا پڑے اور گھر چلا آیا دو ہفتے کی تنخواہ اب تک باقی ہے میرے چلے آنے کے بعد بھائی باقر بھی چلے آئے۔

شیخ اقبال علی صاحب ایڈوکیٹ لکھنؤ کے ساتھ چھ مہینے کی ٹریننگ کی اور تحصیل فتحپور میں جو سہالی سے قریب ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پریکٹس شروع کر دی لیکن وکالت میں میرا دل نہ لگتا تھا حالانکہ وہاں کے سینیئر وکیل کھرے صاحب میری ہر طرح مدد کرتے تھے۔

جیل سے رہائی کے بعد رفیع صاحب نے نیشنل ہیرالڈ کے ساتھ ساتھ قومی آواز بھی نکالنے کا فیصلہ کیا۔ یہ کام حیات اللہ صاحب اور عشرت صاحب کے سپرد کیا گیا محمد حسن قدوائی بھی آ گئے حیات اللہ صاحب نے مجھے بھی خط لکھا اور قومی آواز میں کام کرنے کے لئے بلایا اندھا کیا چاہے دو آنکھیں میں تو کسی طرح وکالت کے کھٹ راگ سے جان چھڑانا ہی چاہتا تھا میں گھر والوں کی رائے لئے بغیر قومی آواز میں کام کرنے چلا آیا جب گھر والوں کو معلوم ہوا تو میرے منجھلے بھائی عبدالسلام صاحب آئے اور انھوں نے واپس چلنے کو کہا میں نے کہا کہ میں ایک شرط سے پھر وکالت شروع کر سکتا ہوں کہ آپ تین سال تک میرے پورے اخراجات برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں میری شادی ہو چکی تھی دو لڑکیاں عطیہ اور ریحانہ پیدا ہو چکی تھیں۔ وہ بچارے اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ میری شرط پوری کرتے وہ گھر واپس گئے اس طرح میں وکالت کا تخت چھوڑ کر صحافت کی چکی چلانے کے لئے تیار ہو گیا۔

●

نعمت اللہ بلڈنگ

جب میں نعمت اللہ بلڈنگ میں رہتا تھا تو میرے پڑوسیوں میں علیم صاحب کے علاوہ شبلی صاحب بھی تھے۔ وہ دیکھنے میں تو چھوٹے سے ہیں لیکن بڑی خوبیوں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کے حامل ہیں ہمدردی کا جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے کوئی بیمار ہو تو سب سے پہلے شبلی صاحب اس کی عیادت کے لئے جائیں گے۔ اور صرف عیادت ہی نہیں کریں گے بلکہ جو بھی خدمت یا مدد کی ضرورت ہو گی کریں گے۔ ہیں تو وہ بندوق کی دکان کے منیجر لیکن وہ زخمی کرنے کے بجائے ہمیشہ مرہم لگانے کی فکر میں رہتے ہیں ان کی اہلیہ سے ہماری بیوی کے بڑے تعلقات تھے بعد کو شبلی صاحب کے ساتھ ایک عرصہ تک رہتے تھے بمبئی چلے گئے کئی برس کے، بعد ان کی اہلیہ اپنی لڑکیوں کے ساتھ لکھنؤ آئیں تو وہ خاص طور سے ہمارے یہاں ملنے آئیں۔ ابھی کچھ دن ہوئے شبلی صاحب سے معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے متعلق معلوم کر کے میری اہلیہ کو بڑا دکھ ہوا۔ وہ پردہ نہیں کرتی تھیں ان کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے ہے اللہ انھیں جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

پڑوسیوں میں عبدالاحد غالب خلیل کے یہاں سے ہمارے گھر والوں کے بڑے تعلقات تھے میں بھی جایا کرتا تھا وہ اردو، فارسی ادب پر گہری نظر رکھتے تھے۔ وہ دیکھنے میں تندرست معلوم ہوتے تھے لیکن ان کی صحت ٹھیک نہیں تھی ان کے اکثر عزیز پاکستان میں تھے ان کا بڑا لڑکا اور لڑکیاں بھی پاکستان میں تھیں لیکن وہ پاکستان جانے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہوئے اور اپنے وطن ہی میں آخری سانس لی۔ ان کے لڑکے ضیا سے میرے لڑکے آصف کے کافی تعلقات تھے کچھ دنوں کے بعد ضیا اور ان کی والدہ بھی پاکستان چلی گئیں۔

ان کے علاوہ مولوی فہیم الدین مرحوم (بندوق والے) بھی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نعمت اللہ بلڈنگ میں رہتے تھے ان کی پہلی بیوی سے میری اہلیہ کے بڑے تعلقات تھے وہ بڑی نیک بیوی تھیں ان کی صحت اچھی نہیں رہتی تھی ان کا انتقال ہوگیا۔ مولوی صاحب کی دوسری بیوی سے بھی ہمارے کافی تعلقات ہیں وہ بڑی ملنسار اور خوش اخلاق ہیں۔ مولوی صاحب کے انتقال کے بعد انھوں نے ان کے رشتے کے بھائی شرف الدین سے شادی کرلی۔

نعمت اللہ بلڈنگ میں مولانا ابرار فاروقی بھی رہتے تھے وہ کافی پڑھے لکھے آدمی تھے اٹاوہ کالج کے پرنسپل رہ چکے تھے عربی و فارسی اردو انگریزی چاروں زبانوں سے اچھی طرح واقف تھے کئی کتابیں بھی لکھی تھیں۔ مجھے بہت مانتے تھے اور اگر میں دو چار روز نہ جاپاتا تھا تو بلا بھیجتے تھے اور ادبی، سیاسی مختلف مسائل پر باتیں کیا کرتے تھے۔ ان کی لڑکی صفیہ کا ہمارے یہاں کافی آنا جانا تھا۔ اردو ادب سے اسے بھی بڑی دلچسپی تھی انہیں کے مراسلے قومی آواز میں مختلف مسائل پر شائع ہوا کرتے تھے مجھے بہت مانتی تھی وہ شادی کرکے بعد علی گڑھ چلی گئی

مولانا فاروقی کے بڑے لڑکے علی گڑھ میں پروفیسر ہیں۔ چھوٹے لڑکے محمد میاں لال باٹنیکل گارڈن میں سائنٹسٹ ہیں بڑے خوش اخلاق اور ہنس مکھ ہیں میرا بڑا لحاظ کرتے ہیں۔

شمس صاحب کاکوری کے رہنے والے ہیں انوار بک ڈپو کے نام سے ان کی امین آباد میں کتابوں کی دکان ہے شاعری بھی کرتے ہیں ابھی حال ہی میں ان کی لڑکی سے میری سالی اچھی کے لڑکے شکیل اشرف کی شادی ہوئی ہے اس طرح ان سے ہماری

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

رشتے داری بھی ہو گئی ہے۔

منیر صاحب بنگال کے رہنے والے تھے۔ حلیم صاحب منیجر سے ان کی بڑی راہ و رسم تھی مگر وہ زیادہ دن زندہ نہ رہے اور ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے صاحبزادے منا سے ہمارے لڑکوں یعنی آصف اور عارف سے بڑے تعلقات ہیں۔ منیر صاحب مرحوم کے دو لڑکے عرب میں ہیں آصف اور ان کے بھائی طارق۔ بڑا ملنسار لڑکا ہے جب آتا ہے تو ہم لوگوں سے ملنے ضرور آتا ہے۔

ہمارے پڑوسیوں میں علی رضا صاحب بھی ہیں یہ خاندانی رئیس ہیں۔ کافی پڑھے لکھے آدمی ہیں سیاست سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ہمارا ان کا ساتھ ٹہلنے کے سلسلے میں ہوا کرتا تھا۔ امین آباد پارک میں ٹہلنے کے لئے عام طور پر علی رضا صاحب صباح الدین عمر صاحب اور میں نعمت اللہ بلڈنگ سے جاتے تھے اور رضوان صاحب جو لکھنؤ یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں مولوی گنج سے آیا کرتے تھے۔ وہ جب علی رضا صاحب کو دولہا بھائی کہہ کر مخاطب کرتے تھے تو علی رضا صاحب بڑے محظوظ ہوتے تھے۔ صباح الدین صاحب صبح دیر تک سونے کے عادی ہیں جب وہ دیر تک پارک میں نہ آتے تھے تو ہم لوگ انھیں جگانے کے لئے ان کے گھر جاتے تھے جب سے میں سیتاپور روڈ پر اپنے نئے مکان میں رہنے لگا۔

ٹہلنے والے ساتھیوں سے کم ملاقات ہوتی ہے صباح الدین عمر صاحب

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سے کبھی کبھی دانش محل میں ملاقات ہو جاتی ہے۔ نعمت اللہ بلڈنگ کے
پڑوسیوں میں اسد صاحب مرحوم بھی تھے ان کے لڑکے عزیزم خورشید
میرا بڑا لحاظ کرتے ہیں۔ وہ کارپوریشن میں ملازم ہیں وہاں سے متعلق
میرا جو کام ہوتا ہے ان کے ذریعہ آسانی سے ہو جاتا ہے۔ پڑوسیوں
میں عزیزم مسعود بھی ہیں وہ قصبہ ندورا ضلع بارہ بنکی کے۔ رہنے
والے ہیں ان سے میرے لڑکے آصف سے کافی تعلقات ہیں ان
کی شادی اناؤ میں ہوئی ہے۔ انھوں نے وہاں اپنا مکان بھی بنوا
لیا ہے۔ مگر ان کی والدہ اور ان کے چھوٹے بھائی زبیر نعمت اللہ
بلڈنگ ہی میں رہ رہے ہیں۔ علیم صاحب کے ایک چھوٹے بھائی حلیم
صاحب تھے ان کا مکان ہمارے مکان کے سامنے تھا ان کے بڑے
صاحبزادے محسن اور چھوٹے نجمی ہیں دونوں بڑے سعادت مند
ہیں۔

علیم صاحب مرحوم کے صاحبزادے انور بڑے پرمذاق اور دلچسپ
آدمی ہیں میں ان کو اپنا ولی عہد کہتا ہوں کیوں کہ وہ میرے لڑکے کی
حیثیت رکھتے ہیں اور میرے دونوں لڑکوں آصف اور عارف سے بڑے
ہیں۔ ہمارے ان کے یہاں سے عزیزوں جیسے تعلقات ہیں بات یہ ہے کہ
چالیس سال ہمارا اور ان کے والد علیم صاحب کا تعلق رہا ہمارے
گھر کا دروازہ ان کے گھر کے سامنے ہے ہر وقت آنا جانا رہتا
تھا۔ سیتاپور روڈ پر چلے آنے کے بعد بھی جب امین آباد جانا ہوتا
ہے ہم لوگ ان کے یہاں ضرور جاتے ہیں۔ وہ ہماری بڑی خاطر
مدارات کرتے ہیں۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

نعمت اللہ بلڈنگ کے مالک نعمت اللہ صاحب کی لڑکی حمیدہ باجی اور ان کی لڑکی شمیم سے بھی ہمارے گھریلو تعلقات ہیں ابھی حال ہی میں شمیم اور ان کی لڑکی نکہت سیتاپور روڈ پر ہمارے یہاں آئی تھیں۔ نصف صدی کے قریب نعمت اللہ بلڈنگ میں رہنے کی وجہ سے وہاں کے ذرے ذرے سے ہم لوگوں کو محبت ہے ہماری لڑکی ریحانہ تو اگر ایک ہفتہ وہاں نہ جائے تو وہ پریشان ہونے لگتی ہے۔

ہمارے مکان کے بغل میں ہاشمی صاحب مرحوم کا مکان ہے ان سے اور۔ ان کے ایک عزیز شکیل صاحب سے ہمارے قریبی تعلقات تھے شکیل صاحب کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا وہ لکھنؤ یونیورسٹی میں فارسی پڑھاتے تھے بڑے نیک اور سیدھے آدمی تھے ان کے مرنے کا ہمیں بڑا افسوس ہوا وہ سندیلہ کے رہنے والے تھے۔ ہم لوگ ان کی لاش کے ساتھ جب سندیلہ گئے تو وہاں ان کی جوانا مرگی پر کہرام مچا ہوا تھا۔

ہمارے مکان کے سامنے کوٹھے پر ڈاکٹر عثمانی رہتے تھے انھوں نے غالباً فارسی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری لکھنؤ یونیورسٹی سے لی تھی ان کے لڑکے رفیع سے اور ہمارے لڑکے آصف سے بڑے تعلقات تھے اب انھوں نے اندرا نگر میں مکان بنوالیا ہے اور وہیں منتقل ہو گئے ہیں رفیع ہمارے یہاں آتے رہتے ہیں اس موقعہ پر مٹھائی لال کی اماں کا ذکر نہ کرنا بڑا ظلم ہوگا۔ مٹھائی لال کی ماں ہمارے گھر کے سامنے رہتی تھی۔ بچاری بڑی نیک۔ اور ملنسار عورت ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

جب کوئی ضرورت ہوتی ہم لوگ مٹھائی لال کی ماں کو پکار لیتے اور وہ اپنا کام چھوڑ کر ہمارے یہاں چلی آتی۔ وہ جس کوٹھری میں رہتی تھی اس کا مالک اسے خالی کرانا چاہتا تھا پہلے تو مقدمے وغیرہ کی دھمکی دی لیکن محلے والوں نے کہا کہ دھمکی سے کام نہیں چلے گا۔ تو اس نے کوٹھریاں خالی کرنے کے لئے پانچ پانچ ہزار روپئے دیئے مٹھائی لال کی ماں میں مقدمہ بازی کی سکت نہیں تھی انھوں نے اسے غنیمت سمجھا اور روپئے لے کر کوٹھری خالی کر دی مگر پانچ ہزار میں مکان کہاں مل سکتا تھا بچاری بے گھر ہو کر سڑک پر آگئیں اور ہمارے یہاں آکر کہا کہ ہمارے رہنے کا کوئی انتظام کرا دیجئے ہم بال بچوں کے ساتھ سڑک پر کیسے رہ پائیں گے۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ابھی کچھ ہی دن ہوئے لڑکے کی شادی ہوئی ہے نئی نویلی دلہن سڑک پر کیسے رہ پائے گی۔ ہماری لڑکی ریحانہ کے نام راجہ جی پورم میں ایک کمرے والا مکان الاٹ ہو گیا تھا۔ ہم نے کہا کہ اگر تم وہاں رہنا چاہو تو ہم وہ تم کو دیدیں۔ ہمارا اس مکان کے الاٹ کرانے میں جو صرف ہوا تھا اس نے ہماری لڑکی کو دیدیا اور اس مکان میں چلی گئی جب امین آباد آتی تو ہمارے یہاں ضرور آتی دیوالی میں چوڑے، لائے اور کھلونے لانا نہ بھولتی اسی طرح ہولی کے موقعہ پر پوری کچوری وغیرہ لے کر آتی۔

جب ہم لوگ سیتاپور روڈ پر منتقل ہو گئے تو یہاں بھی برابر آتی رہتی ہے اور خالی ہاتھ کبھی نہیں آتی۔ ہمارے مکان کے بالکل سامنے جوتے والی گلی میں ادریس گوشت والے کی دکان ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اس کا ہمارا ساتھ چالیس سال سے ہے جب وہ جوان تھا تو اس کی صحت بڑی اچھی تھی وہ گوشت بیچنے کے بعد بڑے اچھے لحن میں گاتا تھا۔ مگر بعد کو اس کی صحت خراب ہو گئی اور بڑھاپا بھی آگیا وہ بڑا نیک آدمی ہے۔ ہم لوگ اتنی دور چلے آئے ہیں لیکن شادی بیاہ کے موقعہ پر ادریس ہی ہمارے یہاں گوشت فراہم کرتے ہیں۔

قومی آواز

ہم لوگ یعنی حیات اللہ صاحب عشرت صاحب محمد حسن قدوائی، مسیح الحسن رضوی اور میں قومی آواز نکلنے سے ایک ہفتہ پہلے آ گئے تھے اور اس کی تیاری کے لئے قیصر باغ میں نیشنل ہیرالڈ جس عمارت میں تھا اس کے پچھلے حصے میں ایک شیڈ میں بیٹھ کر کام کرنے لگے تحریک کے زمانے میں حکومت نے اس عمارت پر قبضہ کر لیا تھا اور کوئی دفتر قائم کر دیا تھا اس لئے شیڈ کے نیچے سے ہم لوگوں نے قومی آواز کا پہلا پرچہ نکالا۔ حیات اللہ صاحب نے بڑے سلیقے سے اخبار کا ایسا صاف ستھرا گٹ اپ تیار کیا تھا کہ اس وقت تک اس قسم کا کوئی اردو روزنامہ نہیں نکلا تھا بعد کو اس کی پیروی دوسرے اخبارات نے بھی کی۔ ہم لوگوں نے جب کام شروع کیا تو تنخواہ کے بارے میں کوئی بات نہیں پوچھی برطانی حکومت نے صوبائی آزادی دیدی تھی مکمل آزادی کے لئے جدوجہد ہو رہی تھی ہر شخص آزادی کے لئے ہر قسم کے ایثار کے لئے تیار تھا۔ رفتہ رفتہ حالات

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ٹھیک ہوتے گئے عمارت خالی ہوگی اور نیشنل ہیرلڈ اور قومی آواز کا دفتر عمارت کے اندر آگیا۔ قومی آواز کا دفتر کود ھیٹے پر زینے کے پاس تھا۔ اس کے بعد منیجر اور اس سے متعلق عملے کے بیٹھنے کے لئے کمرے تھے نیشنل ہیرلڈ کا دفتر پیچھے تھا اس وقت تک نوجیون نہیں نکلا تھا۔

ایڈیٹوریل اور مزاحیہ کالم گلوریاں حیات اللہ صاحب لکھتے تھے باقی کام ہم لوگ مل جل کر کرتے تھے عشرت صاحب حیات اللہ صاحب کی عدم موجودگی میں ایڈیٹوریل لکھتے اور گلوریاں لکھنے کا کام میرے سپرد کر دیتے تھے۔ حیات اللہ صاحب کی پرورش لکھنؤ میں ہوئی تھی لکھنوی تہذیب کی نفاست اور روایات سے وہ اچھی طرح واقف تھے اسی لئے انھوں نے مزاحیہ کالم کا عنوان گلوریاں رکھا تھا وہ گلوریاں اپنے پڑھنے والوں کے سامنے پان کی دکان سے نہیں پیش کرنا چاہتے تھے بلکہ بھابھی کے ہاتھوں تیار کی گئی گلوریاں کھلانا چاہتے تھے اسی لئے شروع میں گلوریاں از بھابھی لکھا جاتا تھا مگر انکے اس ذوق سلیم کی تعریف کرنے کے بجائے مسلم لیگ کی جانب سے نکلنے والے اخبار تنویر نے بھابھی پر چوٹیں کسنی شروع کر دیں جس کے بعد طے ہوا کہ بھابھی کے بجائے از میزبان لکھا جایا کرے حالانکہ جو بات بھابھی میں تھی وہ میزبان میں نہیں ہو سکتی۔

خبروں کی فراہمی، ان کی ترتیب، مناسب سرخیوں، اچھی طباعت اور سنجیدہ لب ولہجے کی وجہ سے قومی آواز کی اشاعت اچھی خاصی ہو گئی۔ اس وقت پروف ریڈنگ بھی ہم ہی لوگ کرتے تھے لیکن

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کام بڑھ جانے کی وجہ سے پروف ریڈنگ کے لئے الگ انتظام کیا گیا اور جہاں تک یاد پڑتا ہے نصیر ناطقی پہلے پروف ریڈر تھے۔ کاتبوں میں بڈھن صاحب مجاہد صاحب اور قوالو صاحب سب سے پہلے آئے ایڈیٹروں میں بھی اضافہ ہوا۔ مصطفےٰ صاحب اور نصیر صاحب کا تقرر ہوا۔ یہ دونوں پرانے لکھنؤ کے رہنے والے تھے لکھنوی تہذیب اور زبان سے اچھی طرح واقف تھے بڑے خوش اخلاق اور ملنسار تھے مصطفےٰ صاحب بہت تیزی سے ترجمہ کرتے تھے اور خبروں کا ڈھیر لگا دیتے تھے نصیر صاحب بعد کو پاکستان چلے گئے ان کے علاوہ اور کچھ لوگ آئے دھیرے دھیرے تقسیم کار میں باقاعدگی آنے لگی حیات اللہ صاحب چیف ایڈیٹر عشرت صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر، محمد حسن قدوائی رفیع الحسن رضوی اور میں چیف سب اڈیٹر مقرر ہوئے اور باقی لوگ سب اڈیٹر اس کے بعد کلیم صاحب بھی آگئے یہ اس سے پہلے اخبارات میں کام کر چکے تھے اس لئے انھیں بھی چیف سب اڈیٹر کا گریڈ دیا گیا کلیم صاحب خاموش لیکن دلچسپ آدمی تھے بڑی محنت اور سلیقے سے کام کرتے تھے وہ نگرام کے رہنے والے تھے انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں ان کی بڑی اچھی استعداد تھی ان کے بعد منظر سلیم کا اضافہ ہوا انھیں رپورٹنگ کا کام سپرد کیا گیا ان سے پہلے اسمبلی کی کارروائی کی رپورٹنگ کے لئے مجھے بھیج دیا جاتا تھا منظر صاحب لکھنؤ کے ادبی اور سیاسی حلقوں سے پہلے ہی سے واقف تھے انھوں نے رپورٹنگ کا کام بڑے سلیقے اور

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

محنت سے کیا یہ دن میں خبروں کی تلاش میں رہتے اور رات کو کافی دیر تک رپورٹ تیار کرتے۔

اس درمیان کسی وفد میں شامل ہو کر حیات اللہ صاحب کو مصر جانا پڑا۔ ان کی عدم موجودگی میں مجھے برابر گلوریاں لکھنی پڑیں۔ عشرت صاحب نے میری بڑی ہمت افزائی کی اور مجھ سے اصرار کیا کہ میں مزاحیہ مضامین لکھا کروں مصر سے واپسی کے بعد حیات اللہ صاحب نے مجھ سے کہا آپ گلوریاں لکھنا ترک نہ کیجئے اس طرح کسی دن حیات اللہ صاحب میزبان کے نام سے اور کسی دن سہالوی کے نام سے گلوریاں لکھتا رہا۔

محمد حسن ہمیشہ سے لیٹ لطیف رہے ہیں وہ عام طور پہ دیر میں آتے مگر جس وقت سے کام میں جٹتے تو سوائے بیڑی پینے کے اور کسی چیز کی خبر نہ رہتی تھی کہ کسی کسی دن وہ کھانا کھانا بھی بھول جاتے، میرا، محمد حسن اور مسیح کا دوپہر کا کھانا گھر سے آتا تھا اور ہم لوگ ساتھ کھانا کھاتے تھے محمد حسن حسب معمول کام میں جٹے ہوئے تھے اور سر نہیں اٹھا رہے تھے کھانے کا وقت آگیا تھا ہم لوگوں کو شرارت سوجھی اور ہم لوگ اٹھ کر کھانا کھانے چلے گئے اور اپنا کھانا کھانے کے علاوہ محمد حسن کا کھانا بھی کھا لیا اس کے بعد میز پر محمد حسن کے ناشتے دان کے ڈبے اس طرح کھول کر رکھ دیئے جس طرح وہ کھانا کھانے کے بعد رکھ دیا کرتے تھے پھر کام کرنے لگے کافی دیر کے بعد تقریباً تین بجے محمد حسن کو کھانا کھانے کا خیال آیا اور وہ اٹھ کر میز کے پاس گئے لیکن جب انھوں نے ناشتے دان کے خالی ڈبے اس طرح رکھے دیکھے جیسے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

وہ کھانے کے بعد ڈال دیتے تھے تو وہ سمجھے کہ کھانا کھا چکے ہیں اور پھر کرسی پر بیٹھ کر کام کرنے اور بیڑی پینے لگے یہ بتا دوں کہ وہ بیڑی کفایت کے خیال سے نہیں پیتے تھے بلکہ وہ بیڑی کے اتنے عادی ہو گئے تھے کہ انھیں سگریٹ اچھا ہی نہ لگتا تھا اسی بیڑی نوشی کی وجہ سے ان کے پھیپھڑوں پر اثر ہو گیا تھا اور کبھی کبھی انھیں حرارت بھی ہو جاتی تھی محمد حسن بیچارے بھوکے بیٹھے کام کرتے رہے اور ہم لوگ مسکراتے رہے لیکن ہم لوگوں کو ان کی حالت پر رحم آ گیا اور ہم نے ڈبل روٹی، مکھن اور چائے منگوا کر انھیں پیش کی انھیں ہم لوگوں کی اس تواضع پر کچھ تعجب سا ہوا وہ بولے بھائی یہ خاطر کس خوشی میں کی جا رہی ہے اب ہم لوگ ہنسی نہ روک سکے اور زور سے ہنسنے لگے اور کہا بھائی یہ خاطر اس لئے ہو رہی ہے کہ تمہارا کھانا تم نے نہیں ہم لوگوں نے کھایا ہے تب انھوں نے کہا میں یہی سوچ رہا تھا کہ کھانا کھانے کے باوجود بھوک کیوں لگ رہی ہے مگر بات کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کیونکہ میز پر برتن اسی طرح رکھے تھے جیسے میں کھانا کھانے کے بعد چھوڑ کر چلا آتا تھا۔

بھائی محمد حسن عام طور پر غصے میں رہتے تھے یہ سینما کی فلموں پر مضراب کے نام سے تبصرہ لکھتے تھے جو ہی پکچر آتی تھی اسے یہ دیکھنے جاتے تھے اور اس پر بے لاگ تبصرہ لکھتے تھے کوئی کھیل آیا نام نہیں یاد ہے یہ اسے دیکھنے گئے بہت پسند کیا اور اس پر بے لاگ اچھا تبصرہ لکھا۔ ان کے تعریف کرنے کا مطلب تھا کہ وہ کھیل واقعی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بہت اچھا ہوگا۔ ہم لوگوں نے کہا کہ ہم یہ کھیل دیکھنا چاہتے ہیں تم ہم لوگوں کے ساتھ چلو تاکہ تمہاری وجہ سے ٹکٹ ملنے میں آسانی ہو۔ بات طے ہو گئی ہم لوگ ٹھیک وقت پر حضرت گنج میں سینما ہال کے سامنے پہونچ گئے اور محمد حسن کا انتظار کرنے لگے۔ کھیل شروع ہو گیا لیکن وہ نہیں آئے ہم لوگ بہت جز بز ہو رہے تھے کہ دیکھا محمد حسن رکشے پر بیٹھے چلے آ رہے ہیں اور آتے ہی کہا کیا کہوں کچھ خیال ہی نہیں رہا کہ تم لوگوں سے آنے کا وعدہ کیا ہے گاؤں سے ایک آدمی آگیا تھا اسی سے باتیں کرتا رہا جب وہ چلا گیا تو اچانک خیال آیا اور بھاگا۔

محمد حسن مرحوم کے اتنے قصے ہیں کہ اگر لکھے جائیں تو الگ ایک کتاب ہو جائے ہمارا ان کا ساتھ جبلی کالج سے لے کر قومی آواز تک رہا ان کی شادی ہماری طرف تحصیل فتحپور میں قیام میاں کے گھرانے میں ہوئی تھی ان کی بیوی رشتے کی ہماری بھتیجی ہوتی تھیں اس طرح ہمارے ان کے تعلقات اور گہرے ہوگئے تھے برابر ہم لوگ ایک دوسرے کے یہاں آیا جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم ان کے یہاں گئے یہ باہر والے کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے اس کا دروازہ اندر والے کمرے میں کھلتا تھا وہاں ان کی بیوی بیٹھی تھیں یہ مزے میں چائے کیتلی سے انڈیل انڈیل کر پیتے رہے اور باتیں کرتے رہے مجھ سے چائے کے لئے نہیں پوچھا ان کی بیوی دیکھ رہی تھیں وہ بولیں کیا سب چائے آپ ہی پی جائے گا عجیب چچا ہے نہ پوچھئے گا تب یہ چونکے اور مجھے چائے دی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایک مرتبہ طے ہوا کہ ہم دونوں صبح نو بجے کی گاڑی سے محب اللہ پور چلیں گے اور وہاں سے ڈگریا گاؤں جائیں گے جہاں میرے ایک دوست عتیق غوری رہتے ہیں ان کے امرود کے باغات ہیں اور اچھے قسم کے امرود ہیں۔ محمد حسن جگور میں امرود کے باغ لگوانا چاہتے تھے عتیق صاحب کے یہاں سے امرود کے پودے لانے تھے میں آٹھ بجے ان کے یہاں پہونچ گیا گرمیوں کا موسم تھا یہ چادر تانے سو رہے تھے میں نے ان کی بیوی انیس سے کہا ارے یہ تو ابھی سو ہی رہے ہیں ہم لوگوں کو نو بجے کی گاڑی پکڑنی ہے وہ مسکرائیں اور کہا جانے دیجئے اب دوپہر کی گاڑی سے جائے گا میں نے کہا نہیں بھائی اور یہ کہہ کر محمد حسن کی چادر گھسیٹی یہ مجھ کو دیکھ کر گھڑابڑا کر اٹھ بیٹھے اور جلدی سے منہ دھونے لگے کوئی یقین نہ کرے گا یہ پھر غسل میں آ گئے اور انھوں نے جو کلیاں کرنی شروع کیں تو بلا مبالغہ بیسیوں کلیاں کر ڈالیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری رہا میں نے کہا کیا کلیاں ہی کرتے رہوگے منہ نہیں دھوگے۔ اللہ اللہ کر کے جب یہ منہ دھو چکے تو بالوں میں کنگھا کرنے لگے اور کرتے ہی چلے گئے تب میں نے جھنجھلا کر کہا اچھا میں چلا تم کنگھا کر کے آنا غرض جب ہم لوگ سٹی اسٹیشن پہونچے تو سہ

گاڑی نکل چکی تھی پٹری چمک رہی تھی

تب انھوں نے رکشا کیا اور ہم لوگ رکشے سے محب اللہ پور گئے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

محمد حسن صحت کی خرابی کے باوجود قومی آواز کی نوکری کے علاوہ ہمیشہ
کوئی نہ کوئی کام کرنے کی کوشش کرتے رہے وہ شروع شروع میں
مچھلی محال میں رہتے تھے وہاں انھیں مچھلی کی تجارت کا خیال پیدا ہوا۔
ان میں یہ خوبی یا خرابی تھی کہ وہ جو سوچ لیتے تھے وہ کر ہی کے دم
لیتے تھے کسی کے سمجھانے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا چنانچہ انھوں
نے مچھلی کا کاروبار شروع کر دیا یہ ٹھیک سے یاد نہیں کہ انھوں
نے یہ کاروبار تنہا کیا یا اس میں کسی کو شریک کیا بہر حال یہ کاروبار وہ
زیادہ دنوں تک نہ چلا سکے اور اسے ختم کر دیا۔ جگور میں جہاں کے یہ
رہنے والے تھے خاتمہ زمینداری کے بعد بھی ان کی اچھی خاصی آراضی بچ
گئی تھی جس پر انھیں کاشت کا خیال پیدا ہوا۔ یہ خیال کوئی غلط خیال نہیں
تھا اس لئے شکمی زمین دینے میں خطرہ تھا کہ کہیں نکل نہ جائے جیسا کہ
بعد کو آدھواسی قانون بن جانے سے شکمی کاشتکار اصلی قرار دیئے گئے
اور اصلی کاشتکار کو معمولی معاوضہ دے کر آراضی سے محروم کر دیا گیا۔
چنانچہ انھوں نے اپنی آراضی کے پاس سینچائی کے لئے ٹیوب ویل لگوایا
اور ایک کمرہ بنوایا اور کاشت شروع کر دی اس کا انھیں تھوڑا
بہت تجربہ بھی تھا اس میں انھیں کوئی نقصان تو نہیں ہوا لیکن
ٹیوب ویل کی مشین کی بار بار خرابی ان کے لئے درد سر رہی دوسرے
صحت کی خرابی کی بنا پر وہ اس کے لئے زیادہ وقت نہیں دے پائے
اور کام نوکروں کے سہارے رہا جس کی وجہ سے اس میں پیسہ زیادہ
اور فائدہ کم ہوا آخر میں ٹیوب ویل بند کرنا پڑا۔
وہ نچلے بیٹھنے والے نہیں تھے اس کے بعد آم اور امرود کے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

باغ لگانے کی اسکیم ان کے ذہن میں آئی اور وہ یہ کام انجام دینے کے لئے جٹ گئے۔ خیر امرود کے باغ تو سرسبز نہ ہوئے لیکن آم کے باغ ایک حد تک منافعہ بخش ثابت ہوئے جواب بھی ان کی اہلیہ اینس کی نگرانی میں فصل دے رہے ہیں

محمد حسن نے اپنے دوست گوکل چند رستوگی کی شرکت میں دیوا کی جھیل کے پاس آراضی پر فارمنگ کی تھی لیکن بعد کو وہ رستوگی صاحب کے سپرد کر دی۔ رستوگی صاحب کا ہمارا ساتھ جبلی کالج سے ہوا۔ بھائی رستوگی اردو لئے ہوئے تھے۔ انھیں اردو سے بڑی دلچسپی تھی پرانے لکھنؤ کے رہنے والے تھے اس لئے بڑی شستہ زبان بولتے ان کا مکان رکاب گنج کے پاس تھا ہم اور محمد حسن ان کے یہاں جایا کرتے محمد حسن تو قریب قریب روزانہ ان کے یہاں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رستوگی، محمد حسن کے یہاں آئے جب جانے لگے تو محمد حسن انھیں رخصت کرنے کے لئے ان کے ساتھ چلے اس درمیاں کسی سیاسی مسئلہ پر بحث ہونے لگی اور وہ بحث کرتے ہوئے رکاب گنج کے پل تک پہونچ گئے۔

محمد حسن ہر وقت کچھ سوچا کرتے تھے غم روزگار کے ساتھ ساتھ انھیں غم عشق بھی تھا اسی لئے وہ کھوئے ہوئے رہتے تھے ایک مرتبہ کسی کام سے انھیں بارہ بنکی جانا تھا یہ ناشتہ کرنے کے بعد اخبار پڑھنے لگے ان کی بیوی اینس نے ان سے کہا آپ تو بارہ بنکی جانے والے تھے اور آپ بیٹھے اخبار پڑھ رہے ہیں اس پر وہ چونکے بیڑی جلائی اور اخبار ہاتھ میں لے کر قیصر باغ بس اسٹینڈ کی طرف روانہ ہو گئے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ٹکٹ لے کر آئے تو جو سامنے بس کھڑی تھی اس پہ بیٹھ گئے اس وقت بس پر بہت کم مسافر تھے یہ اطمینان سے اخبار پڑھنے لگے اب مسافر آنے لگے اور بس مسافروں سے قریب قریب بھر گئی ان کے پاس بیٹھے ہوئے مسافر باتیں کرنے لگے کہ ہم لوگ بارہ بجے تک سیتا پور پہونچ جائیں گے۔ یہ سن کر محمد حسن نے ان مسافروں سے کہا ارے آپ اتر لیجیے یہ بس بارہ بنکی جا رہی ہے۔ اس کے بعد پھر اخبار پڑھنے لگے۔ مسافر ان کی یہ بات سن کر مسکرائے اور خاموش رہے کیونکہ وہ بس بارہ بنکی نہیں بلکہ سیتا پور جا رہی تھی اور محمد حسن بے خیالی میں اس پر آکر بیٹھ گئے تھے۔ مسافر آتے گئے بس پر بیٹھنے کی جگہ نہ رہی لیکن بس روانہ نہ ہوئی یہاں تک مسافروں کے کھڑے ہونے کی بھی گنجائش نہ رہی اور مسافر عورتوں کے گود میں بچے گھٹن سے چیخنے لگے تب مسافروں نے چیخ پکار مچائی اور بس روانہ ہوئی جو مسافر محمد حسن کے پاس بیٹھے تھے وہ انھیں دیکھ کر مسکراتے رہے لیکن محمد حسن پوری محویت سے اخبار پڑھتے رہے۔ جب بس ڈالی گنج کے پل پر پہونچی تو ان مسافروں کو محمد حسن پر رحم آیا اور انھوں نے کنڈکٹر سے کہا کہ بس رکواؤ آپ بارہ بنکی جانے والے تھے غلطی سے سیتا پور والی بس پر بیٹھ گئے۔ جب بس کنڈکٹر نے محمد حسن سے کہا آپ اتر لیجئے یہ بس سیتا پور جا رہی ہے تب محمد حسن چونکے اور دیکھا کہ بس ڈالی گنج پل پر ہے تو جلدی سے بس سے اتر پڑے اور وہاں سے رکشا کر کے قیصر باغ واپس آئے۔

ایک مرتبہ وہ نخاس سے امین آباد آ رہے تھے وہ مولوی گنج کے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایک ہوٹل میں چائے پیا کرتے تھے اس لئے وہ وہیں اتر پڑے اور ہوٹل میں چائے پینے کے لئے بیٹھ گئے وہ بڑے اطمینان سے چائے پیتے اور حسب عادت کوئی اسکیم سوچتے رہے اس کے بعد وہ ہوٹل سے امین آباد کی طرف مڑنے کے بجائے نخاس کی طرف مڑ گئے۔ جب وہ رکاب گنج کے پل پر پہونچے تو دل میں کہا کہ امین آباد کے راستے میں یہ پل کیسا؟ اس کے بعد اپنے غلطی پر انھیں خود ہنسی آگئی اور امین آباد کی طرف مڑ گئے۔

میرا تجربہ ہے کہ اگر کسی طالب علم کو کسی مضمون سے دلچسپی نہ ہو اور اس کے سرپرست صرف اس خیال سے کہ ہمارا لڑکا پاس ہو کر ایک مخصوص لائن میں جائے اس مضمون کے پڑھنے پر لڑکے کے رجحان کا لحاظ کئے بغیر اصرار کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ مثلاً سرپرست چاہتا ہے کہ اس کا لڑکا سائنس پڑھ کر ڈاکٹری یا انجینیرنگ میں جائے۔ مگر لڑکے کو سائنس یا میتھمیٹک سے لگاؤ نہیں ہے تو وہ مجبوراً اپنے سرپرست کے اصرار پر بے دلی سے وہ مضمون پڑھے گا جس سے اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور برابر فیل ہوتا رہے گا۔

بھائی محمد حسن قدوائی کے ساتھ عزیزم خورشید رہتے تھے۔ محمد حسن یہ چاہتے تھے کہ خورشید کامرس پڑھیں لیکن خورشید کو کامرس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی بچارہ کامرس کے چکر میں تین یا چار سال فیل ہوا۔ تب میں نے محمد حسن سے کہا کہ خدا کے لئے خورشید سے کامرس نہ پڑھواؤ خورشید کو اس مضمون سے کوئی دلچسپی نہیں یہ زندگی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بھر پاس نہ ہو پائیں گے اور ان کا مستقبل برباد ہو جائے گا انھوں نے میری بات مان لی اور کامرس چھوڑ دی خورشید نے آرٹس سے بی، اے کر لیا اور ایک کامیاب جرنلسٹ کی حیثیت یو، این، آئی میں کام کر رہے ہیں۔

محمد حسن بڑی خوبیوں کے آدمی تھے دوستوں کے لئے وہ اپنی جان تک دینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے وہ دھن کے پورے اور کام کے پکے تھے اس کے بعد قومی آواز میں کچھ اور لوگ آ گئے جن میں باقر حسنین اور عثمان غنی بھی تھے۔ باقر حسنین تو کچھ دنوں بعد پاکستان چلے گئے مگر عثمان غنی ماشاء اللہ سے ابھی تک ہیں اور اسسٹنٹ اڈیٹر ہیں۔

بھائی مسیح کا حیات اللہ صاحب سے تعلق اس وقت سے تھا جب وہ ہفت روزہ ہندوستان نکالتے تھے اس میں مسیح صاحب مضامین اور افسانے لکھا کرتے تھے وہ جانے پہچانے افسانہ نگار تھے اور اردو ادب پر ان کی اچھی نظر تھی وہ ڈیوٹی کے بڑے پابند تھے ٹھیک وقت پر آتے تھے ٹھیک وقت پر جاتے تھے وہ کام بھی بڑی تیزی سے کرتے تھے ان کی ڈیوٹی میں کاپی تیار ہونے میں کبھی دیر نہیں ہوتی تھی جیسے کہ بھائی محمد حسن کی ڈیوٹی میں دیر ہو جایا کرتی تھی ہمارے آپس میں بڑے خوشگوار تعلقات تھے مسیح صاحب مزاج کے ذرا تیز تھے لیکن کبھی ہم لوگوں کے درمیان تلخی پیدا نہیں ہوئی رات کو ڈیوٹی ذرا تکلیف دہ ہوتی تھی لیکن کام کرنے میں مزا اسی ڈیوٹی میں آتا تھا کیونکہ اہم خبریں چھ بجے شام سے گیارہ بجے رات تک ہی آتی ہیں۔ عام طور پر ساڑھے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

گیارہ بجے تک کاپی قریب قریب تیار ہو جاتی تھی اس وقت ذرا ہم لوگوں کو فرصت ملتی تھی اور گرمیوں کے زمانے میں ہم لوگ پورٹیکو کی چھت پر کھڑے ہو کر تھوڑی دیر چاندنی رات کا لطف لیتے تھے اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے تھے۔

کبھی کبھی اسحاق سنبھلی صاحب بھی آجاتے تھے اور ان سے سیاسی مسائل پر بحث ہوا کرتی تھی اسحاق سنبھلی صاحب تھے تو مولانا لیکن خیالات کے لحاظ سے کمیونسٹ تھے کافی خوش مزاج اور دلچسپ آدمی ہیں وہ صرف سیاسی مسائل ہی پر باتیں نہیں کرتے تھے بلکہ شعرو شاعری اور حسن وعشق پر بھی اظہار خیال کیا کرتے تھے کسی کسی دن مجاز صاحب بھی آجاتے تھے مگر وہ اس حال میں ہوتے تھے کہ بات چیت کا کوئی سوال ہی نہ تھا ہم لوگ اس خیال سے کہ بارہ بجے رات کو وہ اس حالت میں اپنے مکان واقع نشاط گنج کیسے پہونچ سکیں گے انھیں رکشے پر بٹھا کر رکشے والے کو ان کے مکان کا پورا پتہ بتا دیتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ وہ انھیں ٹھیک سے ان کے مکان تک پہونچا دے۔

تھوڑے دنوں کے بعد رضا انصاری، واصف عثمانی شاکر جردلی جمال پاشا اور چودھری نصیر بھی قومی آواز میں آگئے رضا انصاری کا تعلق پہلے ہی سے سیاسی حلقوں سے تھا اس لئے انھیں سیاسی رپورٹنگ کا کام سپرد کیا گیا علماء فرنگی محل کے جد امجد مولانا قطب الدین شہید قصبہ سہالی کے رہنے والے تھے اور ان

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کا مزار بھی وہیں ہے ان کی شہادت کے بعد ان کے لڑکے
ملّا نظام الدین لکھنؤ چلے آئے تھے اس طرح رضا انصاری
سے میرا تعلق پہلے سے تھا ساتھ کام کرنے سے تعلق اور گہرا
ہو گیا شاکر جرولی اخبار نویس ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھے
اور بڑے ملنسار آدمی تھے۔ عثمانی صاحب دیکھنے میں جتنے
اول جلول نظر آتے تھے کام میں اتنے ہی چوکس تھے اس
وقت ایک دلچسپ واقعہ یاد آرہا ہے سنا دوں ہوا
یہ کہ سردی کا موسم تھا ہلکی ہلکی سردی پڑ رہی تھی محمد حسن اور
عثمانی صاحب دونوں سیاہ سرج کی گرم شیروانی پہن کر آئے
تھے دفتر میں آکر دونوں نے اپنی اپنی شیروانی اتار کر کھونٹی پر
ٹانگ دی عثمانی صاحب کی ڈیوٹی پہلے ختم ہو گئی وہ آئے اور
بے خیالی میں محمد حسن کی شیروانی پہن کر چلے گئے تھوڑی دیر میں
محمد حسن اٹھے اور کھونٹی سے اتار کر عثمانی صاحب کی شیروانی
پہن لی محمد حسن نے ابھی دو ہی چار دن ہوئے تھے شیروانی دھلوائی تھی
انھوں نے دیکھا تو محسوس ہوا کہ شیروانی ویسی ہی میلی ہے جیسے پہلے
تھی اس لئے انھیں شیروانی دھونے والی واشنگ کمپنی پر بڑا
تاؤ آیا اور اس سے شکایت کرنے امین آباد چل دیئے ادھر عثمانی
صاحب نے سگار پینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس میں سگار
کے بجائے بیڑی کا بنڈل رکھا پایا تب انھیں احساس ہوا کہ وہ
اپنی شیروانی کے بجائے محمد حسن کی شیروانی پہن کر چلے آئے ہیں
وہ شیروانی واپس کرنے کے لئے گھر سے دفتر کی طرف چلے اچھا

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہی ہوا کہ محمد حسن سے ان کی ملاقات نظیر آباد ہی میں ہو گئی ورنہ محمد حسن واشنگ کمپنی والے پر جا کر برس پڑتے۔

اس وقت بھائی متین بری طرح یاد آرہے ہیں ان کا پورا نام متین الزماں تھا۔ مگر میں محبت میں انھیں متین بھائی کہتا تھا وہ پہلے پروف ریڈنگ کا کام کرتے تھے سیدھے سادے نیک آدمی تھے لیکن باتیں اونچے قسم کی کیا کرتے تھے ان کی باتوں سے ہم لوگوں کو یہ احساس ہوتا تھا کہ انھیں پروف ریڈر کے بجائے سب اڈیٹر ہونا چاہیئے۔ اضلاع کی خبروں کے لئے ایک الگ آدمی کی ضرورت عرصے سے محسوس کی جارہی تھی تاکہ وہاں کی خبروں کی طرف زیادہ توجہ دی جاسکے اس لئے انھیں ادارتی عملہ میں لے لیا گیا۔ وہ بڑے مزے کے آدمی تھے ان میں یہ کمزوری تھی کہ وہ ظاہر یہ کرتے تھے کہ وہ ہر کام اپنے تعلقات کی بنا پر کر سکتے ہیں اس لئے وہ خواہ مخواہ اپنے سر مصیبت مول لے لیا کرتے تھے ایک دن میں اور عشرت صاحب مرغیاں پالنے کے متعلق بات کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر گنجریا فارم میں کوئی جاننے والا ہو تو وہاں سے اچھی مرغیاں منگائی جاسکتی ہیں بھائی متین الزماں کے کان میں بھنک پڑی اور انھوں نے قلم روک دیا اور عینک اتار کر میز پر رکھ دی اور کہا کیا آپ لوگ گنجریا فارم سے مرغیاں منگوانا چاہتے ہیں ہم نے کہا جی ہاں انھوں نے کہا میرے ایک جاننے والے گنجریا فارم میں رہتے ہیں ان کے ذریعہ مرغیاں منگوادوں گا ہم نے کہا اگر آپ ایسا کر دیں تو بڑا اچھا ہو اور مرغیاں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

منگوانے کے لئے انھیں روپئے دیدئے مگر مرغیاں نہ آج آتی ہیں نہ کل دو چار دن کے بعد ہم نے ان سے پوچھا مرغیاں نہیں آئیں جس کا انھوں نے کوئی صاف جواب نہیں دیا اور آلے بالے لگا کر ٹال دیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ بچارے بڑے پریشان ہیں اور اِدھر اُدھر لوگوں سے پوچھ رہے ہیں کہ گنجر یا فارم سے مرغیاں کس طرح منگائی جاسکتی ہیں ہم نے ان کو شرمندہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور کہا بھائی متین ہمارے ایک عزیز کا تبادلہ گنجر یا فارم میں ہوگیا ہے اب آپ زحمت نہ کریں ہم ان سے مرغیاں منگوا لیں گے۔ یہ سن کر ان کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں ہوگئے اور دوسرے دن وہ روپئے واپس کرگئے۔ میرا ان کا مکان قریب تھا جاتے آتے میں ہمارا ان کا ساتھ رہتا۔ رفتہ رفتہ میرے ان کے کافی تعلقات ہوگئے وہ میرا بڑا خیال کرتے ان سے میرے تعلقات آخر تک رہے ان کے انتقال کے بعد بھی ان کے گھر والوں سے تعلق رہا ان کے بڑے لڑکے راشد سے اب بھی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

باقر حسنین اور خورشید نے بھی جن سے میرا تعلق جبلی کالج سے رہا تھا کچھ دنوں تک قومی آواز میں کام کیا تھا بعد کو بھائی باقر پاکستان چلے گئے اور خورشید محکمہ اطلاعات یوپی میں نوکر ہوگئے بھائی خورشید بڑے وضعدار آدمی تھے اپنے دوستوں کا بڑا خیال کرتے تھے وہ دل کے مریض تھے ان کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ قومی آواز سے رٹائر ہونے سے کچھ پہلے اختر یونس قدوائی جو عرصے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تک سیاست کا نپور میں کام کر چکے تھے قومی آواز میں آئے ۔ یہ بڑے مخلص آدمی ہیں میرے ان کے کافی تعلقات ہو گئے وہ اخبار سے متعلق سب کام کر لیتے ہیں۔ وہ ترجمے کے علاوہ ایڈیٹوریل اور مزاحیہ کالم بھی لکھ دیتے ہیں۔

بھول اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ قومی آواز میں اپنے عزیز دوست شکیل الرحمٰن مرحوم کا ذکر کرنا بھول گیا۔ مرحوم لکھتے وقت قلم آپ ہی آپ قلم رک جاتا ہے ابھی حال ہی میں ان کا انتقال دہلی میں ہوا ہے انتقال سے کچھ دن پہلے دہلی سے لکھنؤ آئے تھے کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے جب ان کے انتقال کی خبر ملی تو یقین نہ آرہا تھا وہ بڑے مخلص، صاف گو اور ذرا تیز مزاج آدمی تھے وہ قومی آواز آنے سے پہلے سکریٹیٹ میں تھے مگر سپرنٹنڈنٹ سے ان بن کی بنا پر استعفا دے دیا وہ چودھری نعمت اللہ صاحب کے داماد انعام الرحمان صاحب کے عزیز تھے میں نعمت اللہ بلڈنگ میں اس وقت سے ہوں جب میں وکالت پڑھتا تھا انعام الرحمٰن صاحب صبح کے وقت ٹہلنے کے عادی تھے اور پابندی سے جھنڈے والے پارک میں ٹہلنے جاتے تھے میں پابندی سے تو ٹہلنے نہیں جاتا تھا مگر جایا کرتا تھا وہیں ایک دن انھوں نے شکیل الرحمان صاحب کا ذکر کیا اور کہا اگر قومی آواز میں گنجائش ہو تو رکھا دیجئے میں نے اس کا ذکر حشرت صاحب سے کیا اور وہ تیار ہو گئے اس طرح شکیل صاحب ہم لوگوں کے ساتھ قومی آواز میں کام کرنے لگے۔ ان کی عمر زیادہ نہیں تھی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لیکن ان کے بال بالکل پک گئے تھے انھوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت گنج کے کسی ہوٹل میں اپنی اہلیہ کے ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے ان کے پیچھے یونیورسٹی کے کچھ لڑکے بھی بیٹھے تھے شکیل صاحب نے سنا کہ لڑکے اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے ہیں کہ بوڑھے میاں کسی لڑکی کو پھانس کر لائے ہیں۔ انھوں نے اپنے سفید بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بیوی سے کہا سن رہی ہو لڑکے کیا کہہ رہے ہیں۔ بیوی مسکرائیں اور کہا اسی لیے کہتی ہوں کہ ٹوپی پہنے رہا کیجیے۔ اسی طرح وہ ایک مرتبہ رکشے پر بیٹھ کر امین آباد اپنے گھر آ رہے تھے ساتھ میں ستر اسی برس کے ایک بوڑھے میاں بھی بیٹھے تھے وہ راستے میں ان سے کہنے لگے، بڑے میاں سنبھل کر بیٹھیے گا نظیر آباد کی سڑک بڑی خراب ہے۔ شکیل صاحب نے بتایا دل چاہا کہ رکشے سے پھاند پڑوں لیکن پھر سوچا یہ بوڑھے میاں کی خطا نہیں ہے میرے سفید بالوں کا قصور ہے۔

ایک ردی خریدنے والا ان کے یہاں سے پرانے اخبار لے جایا کرتا تھا کافی دن ہو گئے لیکن وہ نہ آیا ایک دن اتفاق سے وہ بازار میں مل گیا تو شکیل صاحب نے کہا بھائی تم بہت دنوں سے ردی لینے نہیں آئے اخبارات کا ڈھیر لگ گیا ہے اس نے کہا صاحب کیا کہوں آپ کی صاحبزادی (یعنی ان کی بیوی) بہت مول تول کرتی ہیں یہ سن کر شکیل صاحب مسکرائے اور کہا میں صاحبزادی کو سمجھا دوں گا تم ردی لینے آنا۔ انھوں نے جب یہ بات اپنی بیوی کو بتائی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تو دونوں خوب ہنسے۔ میں ان کے مزاج سے واقف تھا کہ وہ استعفا جیب میں رکھے رہتے ہیں اس لئے جب میں رٹائر ہونے لگا تو میں نے ان کی بیوی سے کہا کہ خیال رکھئے گا استعفا وغیرہ دینے لگیں تو مجھے اطلاع کر دیجئے گا انھوں نے کہا مجھے بتا کر تھوڑے ہی استعفا دیں گے۔

کچھ دنوں بعد میں کسی کام سے قومی آواز گیا تو معلوم ہوا کہ شکیل صاحب نے استعفا دیدیا۔ ان کا انتقال ہو چکا ہے مگر ان کی یاد دل میں تازہ ہے خدا سے دعا ہے کہ وہ انھیں غریق رحمت کرے۔

حیات اللہ صاحب جب رٹائر ہوئے تو عشرت صاحب ان کی جگہ پر چیف اڈیٹر ہو گئے اور محمد حسن اسسٹنٹ اڈیٹر کیونکہ ملازمت کے لحاظ سے ہم لوگوں سے سینئر تھے عشرت صاحب جب اسسٹنٹ اڈیٹر تھے تب بھی تمام انتظامی امور وہی دیکھتے نوٹس لکھنے کے علاوہ دنیا کا حال اور حیات اللہ صاحب کی عدم موجودگی میں ایڈیٹوریل بھی لکھا کرتے تھے اس لئے اس تبدیلی سے کوئی فرق نہیں محسوس ہوا۔ کچھ دنوں تک عابد سہیل صاحب نے بھی جو بعد کو نیشنل ہیرالڈ چلے گئے قومی آواز میں کام کیا۔ رپورٹنگ میں رضا انصاری صاحب کے علاوہ چودھری نصیر بھی آگئے جو اب بھی کام کر رہے ہیں۔ اس درمیان منظر صاحب روس چلے گئے شاکر جرنلی صاحب نے بھی ملازمت چھوڑ دی۔ متین الزماں صاحب رٹائر ہو گئے رضا انصاری بھی چلے گئے۔ میرے رٹائر منٹ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کا وقت قریب آرہا تھا۔ میرے سامنے ہی خلیل صاحب اور واصف رضا کا تقرر ہو گیا تھا۔

کاتبوں میں مجاہد صاحب، نوابو صاحب، یاور صاحب اور سید علی صاحب کا انتقال ہو گیا اور کچھ کاتب صاحبان ریٹائر ہو گئے مجاہد صاحب، نوابو صاحب اس وقت لکھنؤ کے بہت اچھے کاتبوں میں شمار کئے جاتے تھے انھوں نے اپنی خوشنویسی سے اخبار میں چار چاند لگا دیئے ہیں دونوں آدمی شاہ سرخی لکھتے تھے یاور صاحب جلقے بہت اچھے لکھتے تھے سید علی صاحب بڈھن صاحب کے لڑکے تھے اور ان کی خصوصیت یہ تھی کہ غلطیاں بہت کم کرتے تھے اور خراب سے خراب لکھا ہوا پڑھ لیتے تھے نوابو صاحب اور مجاہد صاحب کے بعد محمد احمد انور کاتب شاہ سرخیاں لکھتے تھے یہ مزاج کے بڑے اچھے تھے۔ چپراسیوں میں ہمارے زمانے میں مدار بخش، سعید، ببے اور بعد میں رؤف آ گئے تھے مدار بخش کی یاد اب تک تازہ ہے وہ لکھنوی تہذیب کا ایک نمونہ تھے نہایت مہذب، آداب و تسلیمات سے لیس عینک لگاتے تھے اور کرتا پائجامہ پہنتے تھے ہم لوگ بھی ان کا بڑا لحاظ کرتے تھے۔ اخبار میں کام کرنے والے چائے کے بڑے عادی ہوتے ہیں۔ رات میں کام کرتے کرتے اور چائے پیتے پیتے عام طور پر اپنی صحت چوپٹ کر لیتے ہیں۔ اڈیٹروں کے لئے مدار بخش بڑی مستعدی سے چائے لاتے۔ ان کی اس مستعدی کی بنا پر لوگ ان کو چائے پینے کے پیسے دیا کرتے تھے میں چائے نہیں پیتا تھا اس لئے میں عید، بقرعید کے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

علاوہ ان کی کوئی خدمت نہ کر سکتا تھا۔ جب کوئی ملنے والا آجاتا تھا اور میں اس کے لئے چائے منگواتا تھا اور چائے کے پیسے دینے کے لئے ان کو نوٹ دیتا تھا تو وہ بقیہ پیسے واپس کرنے کے بجائے اپنے ہی پاس محفوظ رکھتے تھے تھوڑے پیسے ہوتے تھے تو میں ان سے نہیں مانگتا تھا اور جب کبھی مانگ لیتا تھا تو وہ اس طرح چونک کر معذرت کرتے ہوئے جیب سے پیسے نکال کر دیدیتے تھے جیسے کہ وہ بھول گئے ہوں۔ مرحوم بڑے کارگذار آدمی تھے چوک کی طرف جو کام ہوتا تھا ہم لوگ انہی کے ذریعہ کرا لیتے تھے ادھر کے سب دکانداروں سے ان کی یاد اللہ تھی۔ سعید بہت نیک اور سیدھے آدمی تھے ان کا انتقال اچانک ہوگیا ابھی ان کی زیادہ عمر نہیں تھی ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے نعیم کو نوکر رکھ لیا گیا حالانکہ اس وقت وہ کافی چھوٹا تھا۔ بسبے زیادہ دنوں تک نوکر نہیں رہے لیکن بڑے مزے کے آدمی تھے ایک مرتبہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی انھوں نے فون اٹھا کر ہلو کہا اور پوچھا آپ کس کو چاہتے ہیں فون کرنے والے صاحب دلچسپ آدمی تھے انھوں نے کہا آپ نام بتائیے ممکن ہے میں آپ ہی کو چاہنے لگوں بسبے نے فوراً کہا آپ مجھے کیا چاہئے گا میں چپراسی ہوں اس کے بعد ان صاحب نے فون رکھ دیا ایک مرتبہ گھنٹی بجنے پر انھوں نے فون اٹھایا ادھر سے شاید کوئی صاحبہ چہیں آوازیں بول رہی تھیں انکی آواز انھیں سنائی نہیں دے رہی تھی انھوں نے جھنجھلا کر کہا ذرا کس کے بولئے اس کے بعد ان صاحبہ نے فون رکھ دیا

پروف ریڈروں میں نصر ناطقی صاحب خاص چیز تھے وہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

پروف ریڈنگ بہت اچھی کرتے تھے وہ کاتبوں کی غلطی پکڑنے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی ہم لوگوں کی بھی غلطی پکڑ لیتے تھے وہ صرف پروف ریڈر ہی نہیں شاعر بھی تھے اس کے علاوہ ہاتھ بھی دیکھتے تھے۔ اور لوگوں کی تقدیر کا حال بتایا کرتے مگر وہ اپنی تقدیر سے بیزار تھے۔ وہ ایڈوانس لینے میں بڑے ماہر تھے ایک مرتبہ ڈائرکٹر کے حکم سے ایڈوانس بند کر دیا گیا مگر انھوں نے معلوم نہیں کیا جادو کیا کہ منیجر سے ایڈوانس دینے کے لئے لکھوا لائے آخر میں رپورٹنگ میں امین سلونوی صاحب کے بیٹے حسین امین آ گئے یہ بڑے سعادتمند ہنس مکھ اور ملنسار آدمی ہیں انھوں نے بڑی مستعدی سے اپنا کام انجام دیا اور اپنی جگہ پیدا کر لی۔ کاتبوں میں افضل صاحب کا ذکر کرنا بھول گیا بات یہ ہے کہ وہ نمبر اول بھلکڑ ہیں اسی لئے مجھ پر بھی وہی اثر ہو گیا ورنہ وہ بھولنے والی چیز نہیں انتہائی نیک ملنسار ساتھ ہی ساتھ کاتب بھی اچھے وہ ہر طرح کی کتابت کر لیتے ہیں پھول بوٹے بھی بنا لیتے ہیں شاعر بھی ہیں ان کی بھول کے بہت سے واقعات ہیں مگر دفتر میں جو پیش آیا وہ سن لیجئے گرمی کے دن تھے وہ دفتر آئے اور شیروانی اتار کر ٹانگنے لگے تب انھیں پتہ چلا کہ کرتا پہنا ہی بھول گئے صرف شیروانی پہن کر چلے آئے۔ اشتہارات کے محکمے میں جعفری صاحب تھے جو قومی آواز کے اشتہارات کا کام دیکھتے تھے وہ کبھی کبھی اشتہار کے ترجمے میں ہم لوگوں سے مدد لے لیا کرتے تھے اس سلسلے میں ان سے میرے کافی تعلقات ہو گئے۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی میری ان کی ملاقات ہو جایا کرتی تھی کیونکہ میرے جاننے والوں کو جب اشتہار

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دینا ہوتا تھا تو وہ یہ کام میرے سپرد کر دیتے تھے وہ بچارے میرا کام بڑی اچھی طرح کرتے تھے اشتہار کی عبارت میں مناسب کاٹ چھانٹ کر کے کم پیسوں میں کام کرا دیتے تھے۔

دفتروں میں عام طور پر جب کوئی رٹائر ہونے والا ہوتا ہے اور ایک آدھ مہینہ رہ جاتا ہے تو اسے صرف رجسٹر پر دستخط کرنے آنا پڑتا ہے اور اس کے سپرد کوئی کام نہیں کیا جاتا مگر اخبار کی نوکری ایسی ہے کہ اس میں جو بھی ڈیوٹی پر آگیا پھر اسے سر اٹھانے کی مہلت نہیں ملتی چنانچہ ۱۶ فروری ۱۹۷۶ء کو میں رات کی پوری ڈیوٹی کر کے رٹائر ہوا۔ میں اپنے ساتھیوں کا مشکور ہوں کہ انھوں نے بڑے خلوص کے ساتھ مجھے رخصت کیا الوداعی پارٹی دی ساتھ ہی ساتھ چائے کا ایک خوبصورت سٹ دیا جسے میں یادگار کے بطور اب تک محفوظ کئے ہوئے ہوں اخبار کی نوکری بڑی محنت کی ہوتی ہے اور رات کو کام کرنا تکلیف دہ ہوتا ہے مگر جب کوئی کام اپنے مزاج کے مطابق ہوتا ہے تو اس کے کرنے میں مزا آتا ہے اور خوشی ہوتی ہے میرے بعض عزیز مجھ سے کہا کرتے تھے کہ اچھی بھلی سرکاری نوکری چھوڑ دی وکالت بھی نہیں کی اور اخبار میں کام کرنے چلے آئے جہاں پنشن تک نہیں مگر مجھے کبھی بھی سرکاری نوکری چھوڑنے اور وکالت نہ کرنے کا افسوس نہیں ہوا کیونکہ یہ دونوں کام میرے مزاج کے مطابق نہیں تھے۔

رٹائر ہونے کے وقت عشرت صاحب نے کہا اب گلوریاں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لکھتے رہئے میں نے کہا لکھتا رہوں گا لیکن دفتر نہ آسکوں گا گھر پر لکھ کر رکھ دوں گا آپ چپراسی بھیج کر منگا لیا کیجئے گا ریٹائر ہوئے دس سال ہوگئے ہیں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ میرے چار لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں خدا کے فضل سے دونوں لڑکے طبیہ کالج لکھنؤ سے پاس کر کے مطب کر رہے ہیں چار لڑکیوں میں تین کی شادی ہو چکی ہے بڑی لڑکی عطیہ قدوائی مسلم کالج مراد آباد کے پرنسپل اظہر حسین سوالی کو بیاہی ہے اور خود بھی عبدالسلام گرلس کالج میں ٹیچر ہے دوسری لڑکی ریحانہ قدوائی کی صحت شروع ہی سے خراب تھی اس نے شادی کرنے سے انکار کر دیا وہ ہم لوگوں کے ساتھ رہتی ہے میں نے اس کے لئے بینک میں روپیہ جمع کر دیا ہے تاکہ وہ کسی کی محتاج نہ رہے اور اپنا خرچہ خود برداشت کر سکے تیسری لڑکی رضوانہ قدوائی کی شادی آپ ہی کے شکیل رسول عثمانی سے ہوئی ہے وہ سندیلہ مویشی اسپتال میں ہیں چوتھی لڑکی فرزانہ قدوائی نے پہلا کالج سے ایف، ایس، سی کر کے طبیہ کالج لکھنؤ سے بی، یو، ایم ایس کیا اس کی شادی شہاب خالد عرف خلیق سے ہوئی جو بارہ بنکی میں وکالت کرتے ہیں۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ریٹائرمنٹ کے بعد

آصف عزیز قدوائی میرا بڑا لڑکا ہے اور عارف عزیز قدوائی چھوٹا لڑکا۔ میں ۱۶ فروری ۱۹۷۶ء میں ریٹائر ہوا تھا اور آصف نے جون ۱۹۷۶ء میں گھر یعنی نعمت اللہ بلڈنگ امین آباد کے پاس ہی ہیلا کالج کے پیچھے مطب شروع کیا اخبارات کے ملازمین کو پنشن نہیں ملتی اس لئے ذہنی طور پر پریشانی تھی کہ رہن سہن کے اس معیار کو کیسے برقرار رکھا جا سکے گا جو اب تک چلا آرہا تھا۔ میرا مکان شہر کے قلب میں ہے اور میں دور کا نہیں سہالی ضلع بارہ بنکی کا رہنے والا ہوں خدا کے فضل سے میرے یہاں آنے جانے والوں کی کبھی کمی نہیں رہی مجھے اس کی خاص طور پر فکر تھی مگر خدا مسبب الاسباب ہے وہ کہیں نہ کہیں سے انتظام کر ہی دیتا ہے۔

آصف نے جب گوئن تالاب امین آباد میں مطب شروع کیا تو میں سمجھتا تھا کہ ابھی ایک آدھ سال ان کے مطب کا کرایہ مجھے دینا پڑے گا مگر اللہ کی عنایت سے پہلے ہی مہینے آٹھ سو روپئے کی آمدنی ہوئی اب مطب کرتے دس سال ہو گئے ہیں ہیں خاصی پریکٹس چل رہی ہے جون ۱۹۷۶ء سے آصف ہی گھر کے کل اخراجات پورے کر رہا ہے۔ ہمارے نئے مالک مکان اللہ ان کو جنت نصیب کرے عجیب مزاج کے آدمی تھے۔ ان سے پہلے ہمارے مالک مکان چودھری نعمت اللہ صاحب تھے ان کے زمانے میں ہمیں کسی قسم کی زحمت نہیں ہوئی وہ سالانہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سفیدی کراتے اور جتنی سہولت ممکن ہوتی ہم لوگوں کو دیتے ان کے انتقال کے بعد ہم لوگ جس مکان میں رہتے تھے اس طرف کا حصہ ان کی صاحبزادی کے حصے میں آیا انھوں نے اس حصے کو فروخت کر دیا نئے مالک مکان جیسا کہ میں نے عرض کیا عجیب و غریب آدمی تھے۔ مکان خریدنے کے چھ ماہ بعد جب وہ لکھنؤ آئے تو انھیں میرے مکان سے ملا ہوا مکان خالی ملا اور وہ اس میں رہنے لگے۔ دو ایک دن بعد وہ کرایہ مانگنے میرے پاس آئے میں نے کہا باقی کرایہ ابھی حاضر کرتا ہوں مگر یہ بتائیے کہ مکان خالی کرانے کے لیئے نوٹس کب دیجیئے گا تو آپ یقین کیجیے کہ انھوں نے کہا نفسر تا تحقیق ہو جو نوٹس دے لیکن اس کے تیسرے ہی مہینے ہم لوگوں کو تخلیہ کا نوٹس ملا جس سے ہمیں اپنے نئے مالک مکان کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ نوٹس کے بعد انھوں نے مقدمہ دائر کر دیا۔ میں زمیندار گھرانے میں پیدا ہوا تھا دو سال وکالت بھی کر چکا تھا مجھے مقدمہ دائر ہو جانے سے گھبراہٹ نہیں ہوئی میں نے اپنے نئے مالک مکان سے اس کی کوئی شکایت نہیں کی مگر میں نے ان سے یہ ضرور بتایا کہ مقدمے کا آخری فیصلہ میری اور آپ کی زندگی میں ہونا مشکل ہے کیونکہ وہ رٹائر ہو چکے تھے اور ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے تھے اور میری عمر بھی باون سال سے تجاوز کر چکی تھی چنانچہ مقدمہ چودہ سال تک چلتا رہا اور بحث کی نوبت تک نہ آئی آخر کار مالک مکان صاحب کا انتقال ہو گیا اور مقدمہ ختم ہو گیا۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ایک دن وہ نیچے ہمارے پڑوسی منیجر صاحب کے کمرے میں بیٹھے تھے وہاں ایک دوسرے پڑوسی منیرالدین قدوائی مرحوم بھی بیٹھے تھے میں گیا اور میں بھی وہیں بیٹھ گیا تخلیہ مکان کا مقدمہ منیجر صاحب کے خلاف بھی تھا میں نے اپنے مالک مکان سے کہا کہ مجھے اس کی کوئی شکایت نہیں ہے کہ آپ نے مقدمہ دائر کیا ہے مگر اس کا رنج ضرور ہے کہ آپ نے خواہ مخواہ اپنے کو نطفۂ نا تحقیق ثابت کر دیا انھوں نے کہا یہ کیسے میں نے کہا جب آپ کرایہ لینے میرے پاس آئے تھے تو میں نے کہا تھا کہ آپ تخلیہ مکان کا نوٹس کب دے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا نطفۂ نا تحقیق ہو جو نوٹس دے اور آپ نے تیسرے ہی مہینے نوٹس دیدیا وہ بولے میں نے تو یہ نہیں کہا تھا سامنے ہی میز پر قرآن شریف رکھا تھا میں نے اسے اٹھا لیا اور کہا میں اسے ہاتھ میں لے کر کہتا ہوں کہ آپ نے یہ بات کہی تھی اب آپ بھی قرآن شریف ہاتھ میں لے کر کہہ دیجئے کہ آپ نے یہ نہیں کہا تھا اس کے بعد وہ اٹھ کر جانے لگے اس پر ہمارے منیر بھائی نے زور زور سے کہنا شروع کر دیا نطفۂ نا تحقیق بھاگا، نطفۂ نا تحقیق بھاگا۔ منیر بھائی بڑے دلچسپ آدمی تھے کھانے کا انھیں بڑا شوق تھا اچھا کھاتے تھے اور کھلاتے بھی تھے۔ ہمارے پڑوسی منیجر صاحب جن کا نام عبدالعلیم تھا بڑے خوش اخلاق شاہ خرچ اور کنبہ پرور تھے۔

نئے مالک مکان چونکہ عجب خصوصیات کے تھے اس لئے ان کا تفصیل سے ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا وہ ریلوے کے رٹائرڈ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اسٹیشن ماسٹر تھے ان کے کہنے کے مطابق سامان کی پیکنگ میں انھوں نے بے شمار کمایا تھا پراویڈنٹ فنڈ اور گریجویٹی کی رقم بھی ملی تھی گھر میں جائداد تھی اور خود انھوں نے ضلع بہرائچ اور بارہ بنکی میں زمین خریدی تھی نعمت اللہ بلڈنگ میں ہم لوگوں والے مکانات خریدے تھے ان کا کرایہ ملتا تھا مگر حالت یہ تھی کہ میلا پائجامہ، میلا کرتا پھٹی بنڈی اور ہوائی چپل پہنتے تھے میں نے انھیں کبھی رکشے پر بیٹھے نہیں دیکھا۔ انھوں نے یہاں مکان میں آتے ہی اپنے یہاں کی بجلی کٹوا دی نل بھی کٹوا دیا۔ اور اسی نل میں ہینڈ پمپ لگوا کر اسی سے پانی کھینچا کرتے تھے۔ زینے پر چڑھنے میں مدد کے لئے لوہے کا راڈ لگا ہوا تھا اسے کٹوا کر رکھ دیا شاید اس لئے کہ وہ گھس جاتا۔ اس خیال سے کہ ٹھوک میں سستی ملے گی ترکاری منڈی سے اکٹھا خرید لاتے تھے اور اسے پکوا کر ہفتوں گرم کر کر کے کھایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بیمار پڑے ڈاکٹر نے سنترے کھانے کو بتایا منڈی گئے اور ایک پیٹی سنترے خرید لائے دو چار دن بعد سنترے سڑنے لگے میرے پاس آئے اور پوچھا سنترے تو نہ بیچئے گا میں نے کہا کیا سنتروں کی تجارت شروع کی ہے بولے نہیں ڈاکٹر نے بتایا تھا ایک پیٹی لایا تھا میں نے کہا اب وہ خراب ہو رہے ہوں گے تو آپ میرے سر منڈھنا چاہتے ہیں سڑے سنترے آپ ہی کو مبارک مجھے بخشئے

ان کی کنجوسی سے ان کے وکیل بھی واقف ہو گئے تھے۔ گرمی کا موسم تھا سخت لو چل رہی تھی مقدمے کی پیروی کے لئے کچہری گئے حسب معمول پیشی تھی دھوپ میں چلنے لگا تو ان کے وکیل صاحب نے مجھ سے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کہا آپ انھیں اپنے ساتھ رکشے پر لیتے جائیے ورنہ اگر لو لگ گئی اور یہ مر گئے تو ہمارا نقصان ہوگا۔ ان کے کوئی اولاد نہیں تھی یہ مکانات ان کی بیوی کے نام تھے وہ زبانی وصیت کر گئی تھیں کہ انھیں وقف کر دیا جائے لیکن کنجوسی نے وقف کرنے کی اجازت نہیں دی یہ کئی مرتبہ ندوہ اور یتیم خانے اسی غرض سے گئے مگر وقف نہ کیا۔ ایک مرتبہ ان کے بھائی آئے اور ایک ہفتہ ان کے یہاں رہے جب وہ چلے گئے تو انھوں نے ان کے کھانے پر جو صرف ہوا تھا اس کا بل بنا کر ان کے پاس بھیج دیا بعد کو معلوم ہوا کہ انھوں نے منی آرڈر سے روپیے بھیج دیئے۔ ان کے تعلقات اپنے عزیزوں سے اچھے نہیں تھے ایک دن میں نے کہا کہ اب آپ کی اچھی خاصی عمر آ گئی ہے صحت بھی ٹھیک نہیں ہے آپ اپنی جائداد اپنے بھائی بھتیجوں کے سپرد کر دیجیے وہ بولے بھلا میں ان کو اپنی جائداد دوں گا انھوں نے کانی انگلی پر پیشاب نہیں کیا مگر جائداد ملی انہی کو یہ اپنی کنجوسی سے نہ وقف کر سکے اور نہ کسی دوسرے عزیز کو دے سکے ان کے مرنے کے بعد ظاہر ہے جائداد حقداروں کو نہ ملتی تو پھر کس کو ملتی ان کے بھائی آئے وہ کافی تیز اور چالاک آدمی تھے انھوں نے یہ مکانات اچھے داموں میں بیچ دیئے اور چلے گئے۔

میں سابق زمیندار ہوں اس لئے مجھے زمین کا بڑا شوق ہے چنانچہ خاتمہ زمینداری کے بعد جو معاوضہ ملا اس کی میں نے شہر میں زمین خریدی ظاہر ہے کہ زیادہ پیسے تو تھے نہیں کہ امین آباد میں یا اس کے آس پاس گراں زمین خرید سکتا اس لئے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کھدرے، گھوسی پروا (مردوے نگر) اور محب اللہ پور کے پاس زمین خرید کر ڈال دی کھدرے والی زمین ہم پانچ آدمیوں نے مل کر لی تھی ہوا یہ کہ سن ساٹھ کی جب بھیا آئی تو مدح گنج میں میرے ایک دوست فرخند علی صدیقی رہتے تھے میں ان کی خیریت دریافت کرنے گیا ابھی پانی ان کے گھر تک نہیں پہونچا تھا مگر سیتاپور روڈ کے دونوں طرف پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا حکومت نے سیلاب زدگان کے لئے اونچی جگہوں پر ٹین کے شیڈ ڈلوا کر رہنے کا انتظام کر دیا تھا۔ میں جب مدح گنج جانے لگا تو سیتاپور روڈ سے ملے ہوئے ایک ٹیلے پر جو کھدرے کے علاقے میں تھا سیلاب زدگان کے لئے ٹین ڈالے گئے تھے میں نے فرخند صاحب سے کہا کہ بھائی یہ زمین تو بڑی اچھی ہے کہ زبردست سیلاب میں بھی پانی نہیں آیا پتہ چلائیے کہ کس کی ہے تاکہ مالک سے بات چیت کر کے اسے خرید لیا جائے انھوں نے میرا یہ خیال پسند کیا جب سیلاب کم ہو گیا تو فرخند صاحب نے پتہ لگایا۔ معلوم ہوا کہ یہ آراضی سیتاپور کے رہنے والے ایک صاحب کی ہے ان کی ایک کوٹھی سیتاپور روڈ پر بھی اس میں ان کا آدمی حفاظت کی غرض سے رہتا تھا اس سے پتہ پوچھ کر ہم لوگ سیتاپور گئے اور مالک زمین سے بات چیت کی ہمارے ساتھ فرخند صاحب کے علاوہ ڈگر چلا کے ہمارے دوست عتیق غوری صاحب بھی تھے اس زمانے میں سیتاپور میں آل حسن صاحب سب رجسٹرار تھے ہم لوگ ان سے بھی ملنے گئے جب انھیں معلوم ہوا کہ ہم لوگ اس

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

غرض سے آئے ہیں تو انھوں نے کہا کہ مجھے بھی شریک کر لیجیے اس طرح یہ زمین فرخند صاحب عتیق صاحب، عتیق صاحب کی بہن شاگرہ، آل حسن صاحب اور میں نے مل کر خرید لی۔ اور کافی دوڑ دھوپ اور اچھا خاصا پیسہ صرف کر کے باقاعدہ لے آؤٹ منظور کرا لیا جس میں بیچ میں سڑک اور بائی لاز کے مطابق سامنے کافی زمین چھوڑنی پڑی اس طرح پانچ پلاٹ کئے گئے دو پلاٹ سامنے تھے اور تین پیچھے سے تھے یہ ہوا کہ انھیں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ کسی کو شکایت نہ ہو چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی جو پلاٹ جس کے نام نکل آیا وہ اسے دے دیا گیا فرخند صاحب اور مجھے آگے کا پلاٹ ملا۔ زمین کا بٹوارہ کر کے باقاعدہ رجسٹری کرائی گئی اس زمین کے تین طرف سڑک تھی مگر پورب کی طرف وہ آبادی سے ملا ہوا تھا ہم لوگوں نے اپنی زمین کا کچھ حصہ چھوڑ دیا اور پورب طرف بھی ہمارا پلاٹ آبادی سے الگ ہو گیا۔

فرخند صاحب کے خسر انتظام علی صاحب پولیس میں تھے اور حال ہی میں رٹائر ہوئے تھے ہم لوگ ان کو داروغہ جی داروغہ جی کہتے تھے وہ تھے تو داروغہ لیکن نہایت نیک سیدھے اور ہمدرد آدمی تھے انھوں نے اپنی نگرانی میں فرخند صاحب کا مکان بنوایا اس کے بعد پیچھے کی طرف کے دو کمرے اور نیچے کی دکانیں میرے حصے میں بنوائیں ان کا انتقال ہو گیا ہے مگر اب بھی وہ یاد آ جاتے ہیں۔ اس کے بعد عتیق صاحب نے بھی اپنے کچھ حصے پر مکان

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بنوا لیا باقی دو پلاٹ خالی پڑے ہیں۔

اس کے علاوہ اواس وکاس کے دو سنگل روم والے مکانات ایک تال کٹورہ میں اور دوسرا اندرا نگر میں ریحانہ اور عارف کے نام الاٹ کرا دیئے وہ خود میرے نام اس لئے الاٹ نہیں ہو سکتے تھے کہ میرا مکان کھدرے میں تھا۔ گھوسی پروا (سردے نگر) میں ریحانہ قدوائی، عطیہ قدوائی اور آصف عزیز قدوائی کے نام سے تین پلاٹ خریدے بعد کو عطیہ اور آصف نے مجھے روپئے دے دیئے اگر یہ پلاٹ خالی پڑے رہتے تو نکل جاتے اس لئے ان پر ایک ایک کمرہ بنوا دیا گیا۔ لگران کمروں کو کرایہ پر نہیں دیا گیا کیونکہ بعد کو خالی کرانے میں دقت ہوتی۔

ہمارے ایک عزیز راشد بڑے مخلص اور ملنسار آدمی ہیں ان کی خصوصیت یہ ہے کہ جو کچھ کرتے ہیں وہ دوسروں کے لئے کرتے ہیں لیکن اپنی کوئی فکر نہیں کرتے چنانچہ اب تک وہ اپنا کوئی مکان نہ بنوا سکے اور کرائے کے مکان ہی میں رہ رہے ہیں میں نے ان کو بھی اندرا نگر میں ایک کمرے والا مکان الاٹ کرا دیا۔ ہماری طرف کا رہنے والا ایک آدمی عبدالخالق جو چارپائی بننے اور ٹھیک ٹھاک کرنے کا کام کرتا ہے اسے بھی تالکٹورہ میں ایک کمرے والا مکان الاٹ کرا دیا۔ وہ ہر جمعہ کو تالکٹورہ سے ہمارے یہاں آتا ہے اور ہمارا بڑا خیال کرتا ہے۔ چونکہ وہ چارپائیوں کی مرہم پٹی کا کام کرتا ہے اس لئے ہم نے مذاق میں اسے ڈاکٹر کھٹیا کہنا شروع کر دیا آپ یقین کیجئے اس کا یہ نام اتنا مقبول ہوا کہ سب

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لوگ اسے ڈاکٹر کھٹیا کہنے لگے اور اس کا اصلی نام بھول گئے۔

ہمارا حویلی نما بڑا سا آبائی مکان سہالی میں ہے ایک کمہار ہمارے زمینداری والے گاؤں فتاح پور میں تھی ہماری والدہ کا ایک مکان دیوا میں تھا۔ لکھنؤ میں بھی کھدرا، گھوسی پروا، اندرا نگر، تال کٹورا ہر جگہ چھوٹے بڑے مکانات تھے لیکن ہم تقریباً پچاس سال سے نعمت اللہ بلڈنگ میں کرائے کے مکان ہی میں رہ رہے ہیں جو ہماری ضروریات کے لحاظ سے بہت چھوٹا ہے مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ مکان کا جائے وقوع بڑی اہمیت رکھتا ہے دوسرے ایک عرصے تک کسی جگہ رہنے سے وہاں کے لوگوں سے جو تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں ان کا ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے ہمارا کرائے کا یہ مکان امین آباد میں ہے جس کی وجہ سے لڑکوں اور خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم میں بڑی آسانی ہوئی۔ کرامت حسین کالج ہمارے گھر کے قریب ہی تھا۔ اس کے علاوہ ضرورت کی ہر چیز بڑی آسانی سے وہاں مل جاتی تھی ہماری خوش قسمتی یہ بھی رہی کہ ہمیں پڑوسی اچھے ملے تھے۔ علیم صاحب منیر صاحب، انعام الرحمان صاحب مولوی فہیم الدین۔ ان کے بھائی شرف الدین سب سے ہمارے تعلقات خوشگوار رہے شرف الدین کی اہلیہ قریشہ سے میری بیوی سے اتنے تعلقات تھے کہ سگی بہنوں میں کیا ہوں گے اس رشتے سے وہ مجھے اپنا بہنوئی کہتی تھیں میں بھی انھیں سگی سالی سمجھتا تھا انھیں تعلقات کی بنا پر ہمارے گھر والے کسی طرح نعمت اللہ بلڈنگ چھوڑنے پر تیار نہیں ہوئے اور تنگ جگہ کے باوجود اب تک وہیں

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

رہ رہے ہیں۔

میں زمانہ طالب علمی میں ہاکی کھیلتا تھا ان ڈور گیمس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی اسی لیئے میں نہ تاش کھیلنا جانتا ہوں نہ کیرم وغیرہ اسی طرح مجھے خدا کے فضل سے پان بیڑی سگریٹ کسی چیز کی کوئی لت نہیں ہے حتی کہ میں چائے کا بھی عادی نہیں بس صبح شام جب گھر میں چائے بنتا ہے تو پی لیتا ہوں اگر یہ بھی نہ ملے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ میں جیسی چائے پیتا ہوں اسے چائے کے شوقین چائے کہنا پسند نہ کریں گے کیونکہ اس میں چائے کم دودھ اور شکر زیادہ ہوتی ہے۔

اخبارات، رسائل اور کتابیں پڑھنے کا شوق ندوہ میں بھائی رئیس احمد جعفری کے ساتھ رہنے کی وجہ سے پیدا ہوگیا تھا مضامین بھی وہیں سے لکھنے لگا تھا مجھے یاد ہے کہ میرا سب سے پہلا مضمون بچوں کے رسالے غنچے میں شایع ہوا تھا جس کی مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ندوہ میں انجمن الاصلاح کی لائبریری سے میں نے بڑا فائدہ اٹھایا اور ادبی ذوق اسی کی دین ہے اس کے بعد جامعہ ملیہ کی لائبریری سے بھی مجھے بہت فائدہ پہونچا۔ ہمارے زمانے میں نیازی صاحب لائبریری کے نگراں اعلا تھے جامعہ کی لائبریری میں عربی کی بھی کتابیں تھیں مجھے ناولیں پڑھنے کا بڑا شوق تھا میں نے جامعہ کی لائبریری میں موجود عربی کے جتنے ناول تھے قریب قریب سب پڑھ ڈالے۔ ایک ناول جہاد المجیس کا نام ابھی تک یاد ہے لکھنؤ یونیورسٹی کی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

لائبریری سے بھی کتابیں پڑھیں لیکن جتنا فائدہ اٹھانا چاہئیے تھا اتنا فائدہ نہ اٹھا سکا۔ میرے بڑے بھائی ڈاکٹر عبدالحبیب صاحب ماہانہ رسالہ ہمایوں جو لاہور سے نکلتا تھا پابندی سے منگاتے تھے میں بھی اسے پڑھا کرتا تھا میرا ایک مضمون بھی اس میں شایع ہوا تھا اس کے بعد مختلف رسالوں میں گاہے بگاہے مضامین لکھتا رہا۔

•

دانش محل حکیم اسرار صاحب جو افسانہ نگار ڈاکٹر اعظم کوریوی کے چھوٹے بھائی تھے اور اپنے بڑے بھائی سے کہیں زیادہ پڑھے لکھے آدمی تھے انھیں اردو کتابوں کی دکان لکھنؤ میں کھولنے کا خیال پیدا ہوا۔ ان کے تعلقات مولانا عبدالحق سے تھے انھیں اس سلسلے میں ان سے بھی مدد ملی۔ حکیم صاحب کے تعلقات نجم الدین قدوائی سے تھے انھوں نے ان سے مشورہ لیا مگر وہ یہ کام خود نہیں کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے نجم الدین سے کہا کوئی ایسا آدمی دو جو یہ کام سنبھال سکے اس زمانے میں بھائی نسیم جامعہ ملیہ کی کتابوں کی دکان پر کام کرتے تھے نسیم سے ہم لوگوں کے پرانے تعلقات تھے چنانچہ نجم الدین کے کہنے سے نسیم یہ ذمہ داری اٹھانے کے لئے تیار ہو گئے۔

دانش محل کے نام سے کتابوں کی ایک دکان امین آباد میں کھول

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دی گئی۔ اس میں کتابوں کے رکھنے اور آنے والوں کے بیٹھنے وغیرہ کا انتظام نئے ڈھنگ سے اور سلیقے کے ساتھ کیا گیا اتفاق سے اس کے لئے جگہ بھی بڑی اچھی مل گئی۔ حکیم اسرار صاحب دانش محل نسیم کے سپرد کرکے دوسرے کاموں میں لگ گئے کبھی کبھی آتے اور مل جل کر چلے جاتے نسیم نے بڑی محبت سے دانش محل کو واقعی دانش محل بنا دیا ان کی خوش مزاجی اور حسنِ اخلاق سے رفتہ رفتہ دانش محل اردو سے دلچسپی رکھنے والوں کا اڈا بن گیا۔

پروفیسر احتشام حسین صاحب پابندی سے یونیورسٹی جاتے وقت اس کے بعد شام کو ضرور یہاں آتے حسینی صاحب تلہری صاحب بھی دوسرے تیسرے دن آجاتے، باقر حسین خورشید اور نجم الدین قدوائی اکثر آتے رہتے باقر حسین اور دوسرے ساتھیوں کی تجویز پر ارباب دانش کا ایک حلقہ بنایا گیا جس کی نشست ہر ہفتے دانش محل میں ہوتی جس میں اثر لکھنوی صاحب بھی شرکت فرماتے حسینی صاحب اور تلہری صاحب کے علاوہ منظر سلیم، مشیح الحسن رضوی بھی حلقہ ارباب دانش کے جلسوں میں شرکت کرتے۔ دانش محل میں پابندی سے آنے والوں میں ہم لوگوں کے پیارے دوست نصیر قدوائی مرحوم بھی تھے انھیں اردو کے اشعار بہت یاد تھے وہ بڑے مخلص، محبت کرنے والے اور کھلانے پلانے والے آدمی تھے وہ ذرا منہ پھٹ تھے لیکن ان کی خوش مزاجی کی وجہ سے ان کی بات بری نہیں لگتی تھی ان میں یہ اچھائی یا کمزوری تھی کہ وہ بہت جلد بے تکلف ہو جاتے تھے اور ہنسی مذاق شروع کر دیتے تھے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

تھے جو لوگ ان کے کھلے دل اور خلوص سے واقف نہ تھے ممکن ہے ان کی بے تکلفی انھیں ناگوار ہوتی ہو لیکن ہم لوگوں کے لئے وہ گرمی محفل کا باعث رہتے تھے اور جب کبھی وہ دانش محل نہ آتے تو محفل سونی معلوم ہوتی۔

مرحوم کے یہاں جب کبھی ہم لوگ پہونچ جاتے تو بڑی خاطر مدارات کرتے وہ کچہری روڈ پر چوراہے کے پاس رہتے تھے اسی جگہ مسجد کے نیچے حلوائی کی دکان تھی وہ صبح کے وقت گرم گرم جلیبیاں ہم لوگوں کے لئے منگواتے ساتھ ہی ساتھ کہتے کھاؤ مفت کا مال مگر جب کبھی وہ ہم لوگوں کے یہاں پہونچ جاتے تو مع سود کے وصول بھی کر لیتے رٹائر ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد انھیں کینسر کا موزی مرض ہو گیا اچھے خاصے تندرست آدمی تھے آخر میں گھل کر کانٹا ہو گئے تھے لیکن خوش مزاجی آخر وقت تک باقی رہی میں دیکھنے گیا تو درد بھرے بہت اچھے اشعار سنائے اور ایک مصرعہ سنایا اور کہا دوسرا مصرعہ دانش محل سے معلوم کر کے بتاؤ وہ مصرعہ اس وقت یاد نہیں آرہا ہے میں نے ان کی یہ آخری فرمائش پوری کر دی ان کا انتقال ہو گیا لیکن ہم لوگ اب تک انھیں بھلا نہ سکے ایک مرتبہ بارہ بنکی جانا ہوا۔ بے اختیار ان کی قبر پر جانے کو دل چاہا وہ بنکی کے رہنے والے تھے میں قبرستان گیا مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ان کی اہلیہ نے ان کی مختصر سوانح اور تاریخ وفات کا پتھر لگوا دیا تھا جس سے قبر تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ہاں یہ کہنا بھول گیا کہ ہندوستان پاکستان ہو جانے کے بعد حکیم اسرار صاحب پاکستان چلے گئے جب جانے لگے تو انھوں نے نسیم سے کہا کہ جو کچھ ہے وہ آپ کی محنت کا پھل ہے جو جی چاہے دیدیجئے اور اپنا دانش محل لے لیجئے۔ اس طرح بھائی نسیم دانش محل کے مالک ہو گئے نسیم کی خوش سلیقگی سے دانش محل نمونے کا کتاب گھر ہو گیا اب تو دانش محل کو اردو کی دنیا میں ایک تاریخی حیثیت حاصل ہو گئی ہے ہم لوگوں کا اس سے ایسا جذباتی تعلق ہو گیا ہے کہ ہم اسے بھلا نہیں سکتے اس سے بہت سے مرنے والے دوستوں کی یادیں وابستہ ہیں وہاں جانے کے بعد ان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

ایک دن میں دانش محل گیا وہاں ایک نئے صاحب بیٹھے تھے میرا ان کا تعارف کرایا گیا انھوں نے میرا نام سن کر کہا مجھے یہ نام بہت پسند ہے شادی کے بعد جب میرے لڑکا پیدا ہوگا تو میں اس کا نام مجیب ہی رکھوں گا میں نے کہا آپ بلا وجہ اتنا انتظار کیوں کریں مجھے گود لے لیجئے تجویز مناسب تھی سب لوگوں نے پسند کی اس وقت سے ہم لوگوں نے انھیں ابا کہنا شروع کر دیا۔ ان کا نام اسلم حسین تھا وہ سیتاپور کے رہنے والے تھے اور نادم سیتاپوری کے چھوٹے بھائی تھے۔ انھوں نے خوشی سے ہم لوگوں کا یہ لقب قبول کر لیا۔ ابا ہونے کی بنا پر کبھی کبھی ہم لوگ ان سے مٹھائی کھا لیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ہم لوگ دانش محل میں بیٹھے تھے بھائی نفیر قدوائی

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

چہک رہے تھے ایک نئے صاحب آگئے ان سے نصیر قدوائی کا تعارف کرایا گیا آنے والے صاحب نے پوچھا جناب کا اسم گرامی انھوں نے کہا مجھے نصیر قدوائی کہتے ہیں بھائی نصیر کے ایک بے تکلف دوست کھڑے تھے وہ فوراً بولے ارے بھائی اصلی نام بتاؤ شرمانے کی کیا بات ہے اس کے بعد ان کے دوست نے کہا جناب ان کا اصلی نام فلیسٹے ہے اس پر ایک زبردست قہقہہ ہوا جس میں بھائی نصیر بھی شامل تھے وہ نہ مذاق کرنے سے چوکتے تھے اور نہ خود مذاق سے خفا ہوتے تھے بلکہ لطف لیتے تھے

احتشام صاحب اور بھائی نصیر کے انتقال کے بعد دانش محل میں پابندی سے آنے والوں میں شجاعت علی سندیلوی اور لیس صاحب ہیں۔ شجاعت صاحب خاموش، خوش مزاج آدمی ہیں لکھنے پڑھنے کا ہمیشہ سے شوق رہا ہے یونیورسٹی سے متعلق اگر کوئی کام ہوتا ہے تو ان کے توسط سے آسانی سے ہو جاتا ہے لیس صاحب نسیم کے مکان سے تھوڑی دور پر مولوی گنج میں رہتے تھے وہ محکمہ اطلاعات یو۔ پی میں اکاؤنٹنٹ تھے اب رٹائر ہو گئے ہیں انھیں اگر مجسم خلوص کہا جائے تو غلط نہ ہوگا ہر شخص کے کام کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ رٹائر ہونے کے بعد ان کی مشغولیت کم ہونے کے بجائے زیادہ بڑھ گئی ہے میری چھوٹی لڑکی فرزانہ کی شادی تھی میں نے کھانے کے سلسلے میں سامان وغیرہ کی خریداری میں ان کی مدد چاہی آپ یقین کیجئے کہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

بیچارے خود دس بجے میرے یہاں آجاتے اور گھنٹوں ــــــــ
چاول، گھی مسالے وغیرہ کی خریداری کے لئے ساتھ رہتے اور کم داموں میں اچھی چیز خرید دلانے کی فکر میں رہتے ان کے تعلقات بھی کافی وسیع ہیں اسی لئے دکانداروں سے ان کی جان پہچان ہے انھوں نے ایک اچھے باورچی کا بھی انتظام کرا دیا جسے میں بعد کو اپنے عزیزوں کے یہاں کھانا پکانے کے لئے بلاتا رہا وہ بڑا ایماندار اور خوش مزاج آدمی تھا۔ یٰسین صاحب سے اگر آپ کوئی کام کہدیجئے تو پھر آپ کو ان سے یاد دہانی کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود آپ کے یہاں آکر تمام تفصیلات بتا جائیں گے۔ وہ پان کے بڑے شوقین ہیں پان وہ خاص خاص دکانوں پر کھاتے ہیں ایک آدھ مرتبہ مجھے بھی اپنی مخصوص دکان سے پان اصرار کرکے کھلوائے۔

قومی آواز سے رٹائر ہوئے مجھے دس سال ہو گئے ہیں لیکن وہاں تیس سال کام کرنے اور زندگی کا بہترین حصہ گذارنے کی وجہ سے اس سے جذباتی تعلق ہو گیا ہے میں جب خواب دیکھتا ہوں تو سہالی اور ندوہ کے بعد قومی آواز کی زندگی خواب میں نظر آتی ہے بھائی اختر یونس قدوائی نیوز ایڈیٹر قومی آواز میرا بڑا خیال کرتے ہیں انہی کے توسط سے قومی آواز سے متعلق سب کام آسانی سے ہو جاتے ہیں اور مجھے دفتر جانا نہیں پڑتا۔

انسان زندگی میں غلطیاں کرتا ہے میں نے بھی کی ہیں ایک

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

غلطی جس کا بھگتان اب بھی بھگت رہا ہوں وہ مکان کرائے پر اٹھانا ہے پہلے زمانے میں کہا جاتا تھا کہ اگر کوئی غم نہ ہو تو بکری خرید لو۔ مگر زمانہ بہت بدل گیا ہے، اب بکری غم کا باعث نہیں رہی اب ہمارے جیسے مزاج کے آدمی کے لئے مکان کرائے پر اٹھانا مصیبت مول لینے کے برابر ہے۔ ہم پانچ آدمیوں نے مل کر کھررا سیتاپور روڈ پر جو زمین مکان بنوانے کے لئے لی تھی اس کے پچھلے حصے پر دو کمرے اور برآمدہ وغیرہ بنوا دیا تھا یہ جگہ مجھے بڑی پسند ہے کھلی جگہ ہے لب سڑک ہے شہر کے ہنگاموں سے دور ہے۔ میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ مزید تعمیر کراتا میرے بڑے لڑکے آصف عزیز قدوائی نے اپنے حصے پر رہنے بھر کے لئے اچھی خاصی عمارت بنوائی ہے۔ لڑکے لڑکیوں کی شادی کا کوئی بار باقی نہیں رہ گیا تھا صرف آصف کی شادی نہیں ہوئی تھی خدا کا شکر ہے کہ اس کی بھی شادی ۲۵ دسمبر ۸۵ء کو ہو گئی جہاں تک اندازہ ہے کہ آصف کی بیوی اور اس کی سسرال والے سب ٹھیک ہیں دعا ہے کہ آصف خوشگوار زندگی بسر کرے اور خوش رہے۔

میری یہ خوش قسمتی ہے کہ نعمت اللہ بلڈنگ امین آباد میں بھی پڑوسی اچھے ملے اور سیتاپور روڈ پر جہاں اب رہتا ہوں وہاں بھی پڑوسی اچھے ملے ہیں پڑوسی کا حق اسی لئے رکھا گیا ہے کیونکہ اس کا ہر وقت ساتھ رہتا ہے اگر وہ اچھا نہ ہوا تو زندگی تلخ ہو جاتی ہے ہمارے ایک پڑوسی اور دوست فرخند علی صدیقی ہیں یہ

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

کرسی روڈ پر الواری کے پاس اُمراگاؤں کے رہنے والے ہیں۔
ان سے ہماری ملاقات مکان کے لئے زمین کی تلاش کے سلسلہ
میں تیس سال پہلے ہوئی تھی جب سے یہ تعلق مستحکم ہوتا گیا۔ یہ
بڑے خوش اخلاق با مروت اور وضعدار آدمی ہیں کھدرے میں ان
کا اور ہمارا مکان آمنے سامنے ہے آصف کی شادی کھدرے
ہی سے ہوئی تھی جب سے ہم لوگوں کا یہاں قیام ہے اور فرخند
صاحب سے برابر ملاقات ہوتی رہتی ہے عام طور پر لوگ اپنی
کوئی چیز اس لئے مانگے نہیں دیتے کہ وہ ادھر ادھر ہو جاتی ہے
مگر فرخند صاحب بڑی خندہ پیشانی سے ہر چیز مانگے دے دیتے ہیں
اور مجھے معلوم ہے کہ ان کی بہت سی چیزیں اسی فراخ دلی کی بنا
پر غائب ہو گئیں لیکن انھوں نے اپنا رویہ تبدیل نہیں کیا۔

پہلے وہ داڑھی نہیں رکھاتے تھے حج سے واپسی پر داڑھی
رکھا کر آئے جب وہ چار باغ اسٹیشن سے ٹیمپو پر کھدرے آرہے
تو ہمارے ایک عزیز نے پکار کر کہا کہ فرخند صاحب آگئے
جا کر مل لیجئے۔ میں جلدی سے اٹھا اور سڑک پر کھڑے ٹیمپو کی
طرف لپکا مگر مجھے فرخند صاحب نظر نہ آئے میں سمجھا گھر کے اندر
چلے گئے ہیں گھر کی طرف چلا راستے میں ان کے بھتیجے مل گئے میں نے
پوچھا فرخند صاحب کہاں ہیں انھوں نے اشارہ کرتے ہوئے
کہا وہ دیکھئے ٹیمپو کے پاس کھڑے ہیں۔ ان کے چہرے پر داڑھی
کے اضافے سے میں پہچان نہ سکا تھا۔

دوسرے ساتھی اور پڑوسی عتیق غوری ہیں یہ اکثر اپنے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

دیہات کے مکان میں رہتے ہیں جو موضع ڈگریا میں ہے یہ پہلے بڑے زمیندار اور اب بڑے کاشتکار ہیں اور نئے طرز پر کاشتکاری کرتے ہیں عام طور پر کیش کراپ یعنی آلو وغیرہ بوتے ہیں اور اچھا خاصا پیدا کر لیتے ہیں۔ ان کے لڑکے کی شادی کے موقعہ پر ڈگریا میرا بھی جانا ہوا تھا وہاں ان کا عالیشان مکان دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی وہ بڑے ملنسار آدمی ہیں فرخند صاحب سے اور ان سے بڑے پرانے تعلقات ہیں فرخند ہی صاحب کے توسط سے میرے بھی تعلقات ہو گئے۔ وہ فرخند صاحب کے ساتھ حج کرنے گئے تھے ماشاءاللہ سے انھوں نے بھی داڑھی رکھا لی ہے۔

ان کے علاوہ کھدرے میں ہمارے ہم نام حبیب وکیل صاحب اور اقبال الدین صاحب ہیں ہمارے بھانجے اطہر سلیم نے بھی ہمارے مکان سے کچھ دور پر مکان بنوا لیا ہے اسی طرح ہمارے قریبی دوست مولانا نورالحسن مرحوم کے بڑے صاحبزادے ضیاء الحسن بھی اب سیتاپور روڈ پر رہنے لگے ہیں

ہمارے بھانجے اطہر کے مکان کے پاس فیض آباد کے رہنے والے ایک اسمٰعیل قدوائی صاحب تھے ان سے میرے بڑے لڑکے آصف سے کھدارے آنے سے پہلے سے تعلقات تھے اس محلے میں وہ عرصے رہتے تھے اور ان کا یہاں کافی میل جول تھا۔ وہ یہاں کی کمیٹی کے چیرمین بھی تھے انہی کے ذریعہ میں نے اپنے بھانجے اطہر کو مکان بنوانے کے لئے زمین خریدوائی تھی ان سے ہم لوگوں کے بڑے تعلقات تھے وہ بڑے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

ملنسار اور خوش اخلاق تھے افسوس کی بات ہے کہ جوانی ہی میں ان کا انتقال افسوس ناک طریقہ پر ہو گیا ہے انھیں دفتر میں معلوم نہیں کن حالات میں کوٹھے پر سے نیچے گرا پایا گیا اور وہیں وہ ختم ہو گئے جس کا یہاں کے تمام لوگوں کو بڑا دکھ ہوا۔

ان کے علاوہ اس محلے میں آسیون کے ایک رئیس زماں صاحب رہتے ہیں ان سے ہمارے یہاں سے کافی تعلقات ہو گئے ہیں اور آنا جانا ہے زماں صاحب میں پرانے زمانے کے رئیسوں کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں یعنی اخلاق، وضعداری اور مروت۔ اس موقعہ پر عزیزم ضیاء کے بہنوئی عزیزم غیاث کا ذکر اس لئے ضروری ہے کہ انھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں ہماری بڑی مدد کی اور ہمیں بڑی زحمتوں سے بچا لیا کتاب کی اشاعت میں کتابت کی بڑی اہمیت ہوتی ہے میری تمام کتابوں کی کتابت قومی آواز سے متعلق کاتبوں سے ہوتی تھی مگر سیتا پور روڈ سے قومی آواز جانا آنا اور کاتب صاحبان کی وعدہ خلافی اور ٹال مٹول کے سلسلے میں دوڑ دھوپ کرنا بڑا مشکل تھا عزیزم غیاث نے ہمیں گھر رہے ہی کے ایک کاتب صاحب کو جن کا نام حبیب علی ہے ڈھونڈھ دیا ان کا گھر ہمارے مکان کے قریب ہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں کتابت کے سلسلے میں دوڑ دھوپ نہیں کرنی پڑی۔ حبیب علی صاحب کاتب نیک اور معقول آدمی ہیں اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وعدے کے پکے ہیں عام طور پر کیا نوے فیصد کاتب صاحبان کا وعدہ کسی معشوق کے وعدہ سے کم نہیں ہوتا اور کبھی وقت

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

سے پورا نہیں ہوتا مگر حبیب علی صاحب نے جتنی مدت میں کتابت تکمیل کرنے کو کہا تھا، لگ بھگ اتنی ہی مدت میں کتابت کی تکمیل کر دی۔

سیتاپور روڈ پر آنے سے پہلے سے ہمارے تعلقات مولانا عبدالباری ندوی اور ان کے خاندان سے تھے مولانا عبدالباری صاحب جب ندوہ میں پڑھتے تھے اسی زمانے میں ہمارے والد صاحب نے ہمارے سب سے بڑے بھائی عبدالعزیز صاحب کا داخلہ ندوہ میں کرایا مولانا عبدالباری اور مولانا مسعود علی ندوی آخری درجہ میں تھے مسعود علی صاحب اور عبدالباری صاحب سے والد کی کچھ رشتہ داری بھی تھی انھوں نے اپنے لڑکے عبدالعزیز کی نگرانی انہی دونوں کے سپرد کی تھی۔ اس کے بعد ہم دونوں بھائی یعنی عبدالحسیب صاحب اور میں ندوہ میں پڑھنے کے لئے آئے اور میں نے آٹھویں درجے تک پڑھا دوران تعلیم مولانا عبدالباری صاحب سے تعلق رہا۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادگان فضل الباری اور احمد الباری سے

میرے اور میرے لڑکے آصف عزیز کے تعلقات رہے یہاں آنے کے بعد تعلقات اور بڑھ گئے ان سب لوگوں کی موجودگی میں مجھے یہاں تنہائی کا احساس نہیں ہوتا اور میرا وقت اچھی طرح گذر جاتا ہے۔

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اب میرے اندر بڑھاپے کی تمام معذوریاں پیدا ہو رہی ہیں اکثر دانت گر گئے ہیں باقی ہل رہے ہیں داہنی آنکھ میں موتیا بند کا پانی آ گیا ہے کمزوری بڑھتی جا رہی ہے اب بقول غالب ؎

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

اب میرے اندر بڑھاپے کی تمام معذوریاں پیدا ہو رہی ہیں اکثر دانت گر گئے ہیں باقی ہل رہے ہیں داہنی آنکھ میں موتیا بند کا پانی آ گیا ہے کمزوری بڑھتی جا رہی ہے اب بقول غالب ؎

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure

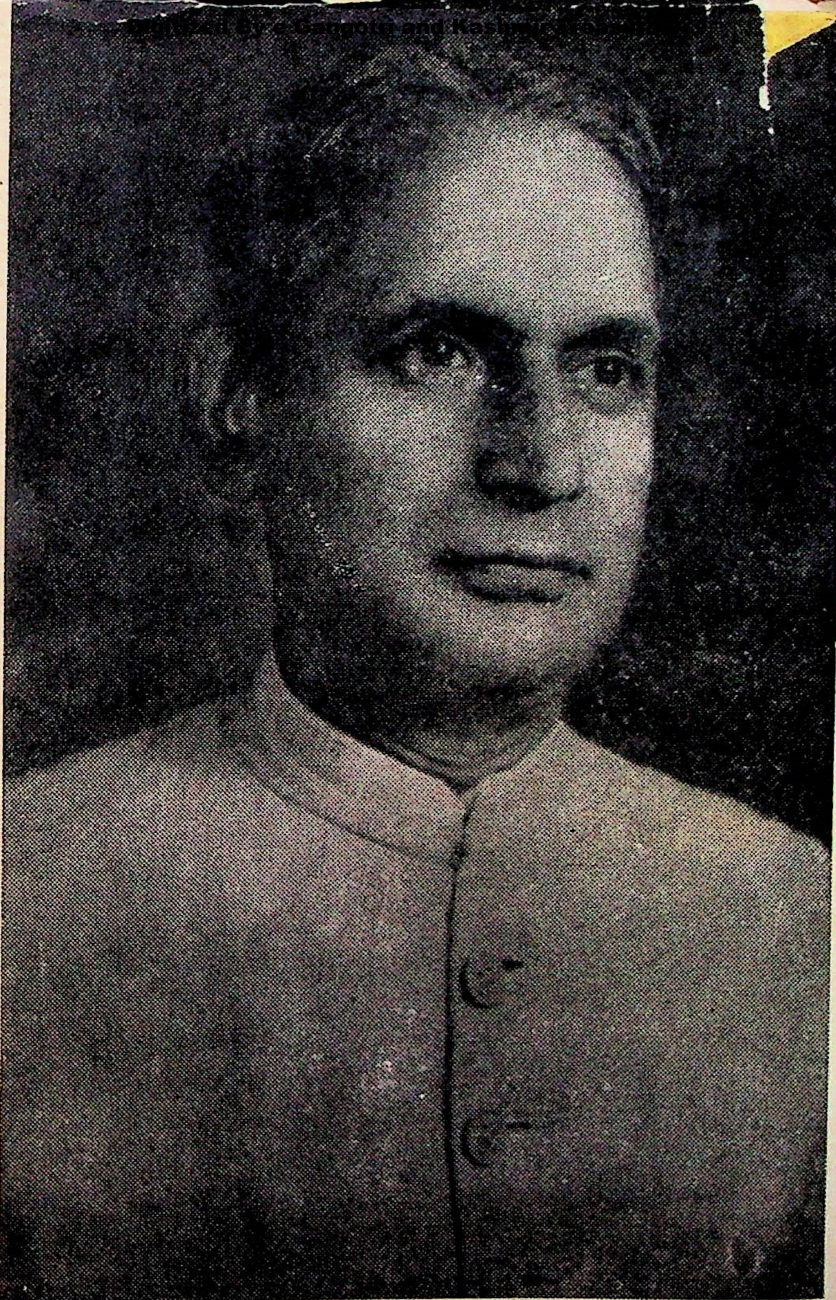

Digitized By e Gangotri and Kashmir Treasure